بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

القول النفيس فی التحذير من خديعة إبليس

"مصلحة الدعوة"

مصلحت پسندی

یا

شیطان کا دھوکہ؟

مؤلف

فضیلۃ الشیخ ابو محمد عاصم المقدسی حفظہ اللہ

مترجم

فضیلۃ الشیخ عبدالعظیم حسن زئی حفظہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

مقدمہ

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، ومن يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادى له ، وشر الامور محدثاتها ، وكل محدثة ضلالة وكل ضلالة فى النار،واشهدان لااله الاالله وحده لاشريک له ، وأشهد ان محمداً عبده ورسوله. امابعد،

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ (المائدۃ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔''

دوسری جگہ فرماتا ہے:

مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ (الانعام:۳۸)

''ہم نے کتاب میں کسی چیز (کے بیان میں) کمی نہیں کی۔''

اور فرمایا ہے:

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِهٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ (الانعام:۱۵۳)

''یہ میرا راستہ ہے اس کی پیروی کرو۔ دیگر راستوں کی اتباع مت کرو وہ تمہیں اس کے راستے سے بھٹکا دیں گے اس کی تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

فرمان ہے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ لاَ تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ (الاعراف:۳)

''اس کی تابعداری کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہو چکا ہے اس کے علاوہ دیگر کی اتباع مت کرو۔''

یہ آیات وضاحت وصراحت کے ساتھ دین میں بدعت کے ردّ پر اسی طرح آیات استحسان کو اور اس رائے کو بھی باطل قرار دیتی ہیں جو صرف خواہشات پر قائم ہو اور اس کے لیے کوئی شرعی دلیل نہ ہو۔ مگر ان آیات کے مقاصد پر بہت سے متاخرین نے توجہ نہ دی اسی لیے انہوں نے دین کی بنیاد اور ایمان کے کڑے کو منہدم کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی اس بنیاد کو مضبوط کیا ہے جس کی اساس اللہ کی رضامندی اور تقویٰ پر نہیں ہے۔ اس لیے یہ لوگ دینی معاملات میں بھی بغیر کسی علم ومعلومات کے اپنی آراء کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ جن باتوں کا علم نہ ہو وہ بھی بیان کرتے ہیں خود کو انہوں نے شریعت ساز بنا رکھا ہے اپنی خواہشات اور مرضی کے مطابق جسے بہتر سمجھتے ہیں اسے شریعت اور قانون قرار دیدیتے ہیں گویا کہ زبان حال سے یہ لوگ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ نے یہ دین ان کے لیے کھلا چھوڑ رکھا ہے کسی ضابطے یا حدود کا پابند نہیں کیا یہ اپنے استحسانات اور خواہشات کے مطابق جیسا چاہیں اس میں اپنا عمل دخل جاری رکھیں حالانکہ اللہ کے فرمان میں اس طرح کے خیالات کی تردید ہوتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لاَ تُرْجَعُوْنَ (المومنون:۱۱۵)

''کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے؟۔''

دوسری جگہ فرماتا ہے:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی (القیامۃ:۳۶)

''کیا انسان سمجھتا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا؟۔''

تو جب تک وہ اپنی رائے کے لیے صحیح دلیل پیش نہ کرے وہ جھوٹا شمار ہوگا جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (النمل: ٦٤)

''ان سے کہہ دو اگر تم سچے ہو تو اپنی (بات پر) دلیل لے آؤ۔''

میں نے یہ چند صفحے چند سال قبل لکھے تھے ان صفحات میں استحسان اور استصلاح کے موضوع پر میں نے بحث کی ہے اور اس طریقے کی خرابی واضح کی ہے جسے خواہش پرستوں نے اختیار کر رکھا ہے یہ چند صفحات میں نے اس لیے لکھے ہیں کہ یہ مسئلہ اس وقت بہت عام ہو چکا ہے اور بہت سے مسلمان گروہ استحسان واستصحاب کے نام پر مشرکین کے ساتھ مل گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اس باب سے متعلق بہت ہی عمدہ فتویٰ مجموع الفتاویٰ سے لے کر شامل کیا گیا ہے اللہ سے دعا ہے کہ ہماری اس عاجزانہ کوشش سے بند کان کھل جائیں ۔اندھی آنکھوں کو روشنی مل جائے اور غافل دل اپنی غفلت سے بیدار ہو جائیں اللہ ہمارے اعمال کو صالح اور خالص بنائے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (الانعام: ١٢٥)

''اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے اس طرح ایمان نہ لانے والوں پر اللہ عذاب بھیجتا ہے۔''

أبو محمد

فضیلۃ الشیخ عاصم المقدسی حفظہ اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میکاولی کے نظریات

نکولا میکاولی اٹلی میں ۱۴۶۹ء میں پیدا ہوا۔ چودہ سال تک سیاست میں سرگرم رہنے کے بعد اس سے کنارہ کش ہوا اور اپنے گھر میں گوشہ نشینی اختیار کر کے تاریخ کا مطالعہ شروع کر دیا اس نے اپنے مطالعہ اور تجربات کو ایک کتاب میں جمع کیا جس کا نام ہے ''لیڈر'' میکاولی ۱۵۲۷ء میں فوت ہوا۔ اس نے اپنے پیچھے جو کتاب چھوڑی ہے اسے سیاستدان سب سے بڑی اہم رہنما کتاب قرار دیتے ہیں۔ ناقدین و محققین کہتے ہیں کہ اس کتاب نے موجودہ دور میں بہت بڑے سیاستدان پیدا کیے ہیں حالانکہ اس کتاب میں میکاولے نے کوئی نئی بات نہیں کی بلکہ اس میں جو کچھ ہے وہ قرون وسطیٰ میں اہل مغرب نے جو کچھ کیا ہے اس کی تفصیلات ہیں اس میں میکاولے نے وہ باتیں ظاہر کی ہیں جو اہل مغرب کے لیڈر و سیاستدان اپنے دلوں میں چھپائے رکھتے تھے انہیں سیاستدانوں کے سامنے لاکر رکھ دیا ہے۔ اس کتاب میں میکاولے یہ بتاتا ہے کہ کسی لیڈر یا حکمران کو اپنی حکومت کے کامیاب بنانے کے لیے کچھ طریقے اور قواعد وضوابط اختیار کرنے چاہئیں اور وہ کون سے طریقے ہیں جنکی بنیاد پر ایک حکمران اپنی حکومت قائم رکھ سکتا ہے اس کے لیے کسی قسم کے اخلاقی یا دینی اخلاقیات کی بھی ضروری نہیں ہے (بلکہ جیسے بھی ہو حکومت کو برقرار رکھنا چاہیے چاہے دینی واخلاقی قیود کو پامال کیوں نہ کرنا پڑے) اس نے دین اور سیاست کو مکمل طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا ہے۔ (امیرنا وامیرھم رواس قلعجی)

میکاولی سیاست کی بنیادیں

① عوام کے بارے میں ہمیشہ بدگمان رہنا (عوام پر کبھی اعتبار نہ کرنا)۔

② اعلیٰ اخلاق اور راست بازی کو ترک کرنا۔

③ کسی بھی غلط کام کی پرواہ نہ کرنا ظلم، خیانت، قتل، خونریزی کرنا اور آزادی کو سلب کرنا (سب جائز ہے)۔

④ نفاق کو ہمیشہ اپنے اندر رکھنا اس لیے کہ حکومت کو برقرار رکھنے کے لیے منافقت ضروری ہے۔

⑤ وعدہ خلافی، حکمران کو چاہیے کہ اگر کوئی وعدہ یا معاہدہ اس کی مصلحت اور فائدے سے معارض ہے تو اس کو توڑنے میں دیر نہ کرے۔

⑥ خباثت

⑦ بخل و کنجوسی/ یہ دونوں صفات حکمران کے لیے ضروری ہیں۔

⑧ حکمران کو چاہیے کہ کچھ لوگوں کو سامنے رکھے اور عوام کو جو کام پسند نہ ہوں وہ ان کے ذمے لگائیں ان لوگوں سے اگر کبھی اچھا کام سرزد ہو جسے عوام پسند کرتے ہوں تو اس کی نسبت اپنی طرف کرے اور جو کام عوام کے ناپسندیدہ ہوں وہ ان افراد کی طرف منسوب کرے ان لوگوں کو مالی فوائد بھی پہنچاتا رہے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے اور اگر ان میں سے کوئی اس کے لیے خطرہ بنے تو اس کو ہٹانے میں تاخیر نہ کرے یہ اعلیٰ درجہ کی ذہانت ہے۔ (اس نظریہ میں غور کریں اور موجودہ حکمرانوں اور طاغوتوں کا عمل دیکھیں) سب سے اہم بات یہ ہے اس میں کہ حکمران کبھی بھی اہداف مکمل کرنے کی طرف توجہ نہ دے چاہے کتنا ہی اہم ہدف ہو اس لیے کہ جب تک

وہ ان کی تکمیل میں مصروف رہے گا تو اس کی تعریف ہوتی رہے گی اور جب تک ہدف مکمل نہ ہوگا لوگ اس حکمران کو برسرِ قتدار دیکھنا چاہیں گے (وہ سمجھیں گے کہ یہ رہا تو یہ اہداف حاصل ہو جائیں گے ورنہ بعد میں کیا ہوگا؟)

حکمران وقت اپنے اہداف کے حصول کے لیے جو بھی طریقہ اختیار کرے وہ جائز ہوگا اگرچہ حقیقت میں وہ کتنا ہی گھٹیا کیوں نہ ہو؟ اسی کو کہتے ہیں مقصد ذرائع کو جائز بنادیتا ہے۔ میکاولی مرگیا مگر وہ اپنی کتاب چھوڑ گیا جس کے اصول وقواعد قابل نفرت اور اخلاق سے عاری ہیں مگر یہ کتاب حکمرانوں اور سیاستدانوں کی پسندیدہ ترین کتاب بن گئی ہے ہمارے دور کی سیاست اور طرز حکمرانی اس بات کا واضح ثبوت ہے۔ جن لوگوں کے پاس کوئی دین نہ ہو ان کے لیے میکاولی کی کتاب کی پیروی کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لیے کہ ان کے پاس کوئی اخلاقی ضابطہ یا دینی حدود و قیود نہیں ہوتے مگر افسوس و تعجب کی بات تب ہوتی ہے جب مسلمان کہلانے والے بھی کافر میکاولی کی کتاب کی پیروی کریں بلکہ اوروں کو بھی اس کی طرف دعوت دیں جانے یا انجانے میں اس کے نفاذ کی کوششیں کریں اب ایسا دور مسلمانوں پر بھی آچکا ہے کہ مسلمان بھی اپنے مقاصد کے حصول کے لیے جائز و ناجائز کی پرواہ کیے بغیر ایسے ذرائع استعمال کرتے ہیں جن سے اللہ نے منع کیا ہے اور ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ اس بارے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ کوئی بھی غلط یا صحیح ذریعہ اختیار کیا جائے اپنے اس طرز عمل کو دعوت کی مصلحت یا دین اور مسلمانوں کی مصلحت کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس طرح یہ لوگ طاغوت کے مددگار اور اس کا لشکر بن رہے ہیں جبکہ اللہ نے طاغوت سے اجتناب کا حکم دیا ہے مگر ان کے خیال میں یہ دعوت کی مصلحت ہے۔

یہ لوگ اس بات کی بھی پرواہ نہیں کرتے کہ وضعی قوانین اور زمینی دساتیر کا حلف اٹھائیں خود

کو قانون ساز و شریعت ساز قرار دیں اور ان طاغوتی قوانین کی موافقت کریں جن کے انکار اور جن سے اجتناب کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان قوانین کو اپنانے والوں سے بھی براءت کا حکم ہے مگر ان کے نزدیک دین کی مصلحت کے لیے یہ سب کچھ جائز ہے۔ان کے ہاں اس بات میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے کہ یہ طواغیت کی دوستی کا اعلان کر دیں۔صریح کفران سے سرزد ہو مگر ان کے ہاں یہ سب کچھ استحسان کے زمرے میں آتا ہے اس لیے کہ ان کے پاس مصالح مرسلہ کے نام سے اصول موجود ہیں۔ان سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ یہ دین کے تمام احکام واوامر سے دست بردار ہو جائیں اور دین کو کم ترین قیمت پر فروخت کریں اس کو بھی دعوت کی مصلحت قرار دیدیں گے۔اللہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا کیا اللہ سے زیادہ یہ لوگ دین کی مصلحت کو سمجھتے ہیں؟ دراصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ شیطان کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اپنی خواہشات کے پیروکار بن چکے ہیں ابلیس نے انہیں اپنا متبع بنالیا ہے۔حالانکہ یہ لوگ دن رات قرآن کی آیات پڑھتے سنتے ہیں جن میں اللہ کے احکام مذکور ہیں مثلاً فرمان ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (ھود:۱۱۲)

''آپ (ﷺ) سیدھے راستے پر قائم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اور (وہ لوگ بھی قائم رہیں) جو آپ کے ساتھ ہیں سرکشی مت کرو وہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ظالم لوگوں کی طرف مائل مت ہو ورنہ تمہیں آگ چھولے گی اور اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی دوست نہ ہوگا پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔

فرمان ہے:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ ايٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلاَ تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا (النساء: ۱٤۰)

''کتاب میں تم پر نازل کیا ہے کہ تم سنو کہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر یا استہزاء کیا جارہا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو جب تک کہ وہ دوسری باتیں نہ شروع کردیں (اگر تم پھر بھی بیٹھے رہے) تو تم بھی انہی جیسے ہوگے۔اللہ جہنم میں کافروں اور منافقین کو اکھٹا کرنے والا ہے۔''

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بہترین نمونہ قرار دیتا ہے اور ان کے طریقے وراستے پر جو انبیاء، رسول، صدیقین، صالحین اور شہداء چلتے رہے ہیں۔فرماتا ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ (الممتحنة: ٤)

''تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی بہترین نمونہ ہیں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم اور اللہ کے علاوہ تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں ہم (تمہارے عقائد واعمال کا) انکار کرتے ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت اور نفرت اس وقت تک کے لیے ظاہر اور واضح ہے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔''

دوسری طرف خواہش پرست لوگ اس ملت سے انحراف کرتے ہیں اور ایک کمترین اور گھٹیا نمونہ تلاش کرتے ہیں ان کی خواہشات، استحسانات واستصلاحات کہتے ہیں کہ ہمارے لیے نمونہ

میکاولی اوراس کے پیروکار ہیں دلیل ان کی یہ ہے کہ مقصد ذریعے کو جائز بنادیتا ہے۔اصل بات یہ ہے کہ ان کے دلوں سے بصیرت چھین لی گئی ہے ان کی آنکھوں کی روشنی تو صحیح ہے مگر دل کا نور ختم ہو چکا ہے۔موجودہ دور میں لوگوں نے بہت سی اصطلاحات ایجاد کررکھی ہیں مثلاً رائے ،استحسان،استصلاح، مصلحۃ مرسلہ، مصلحۃ دعوۃ وغیرہ حالانکہ ان کے لیے ان کے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں ہے درحقیقت یہ سب اصطلاحات ایک ہی ہیں اس لیے کہ ان کا منبع ایک ہے یعنی خواہش چونکہ یہ خواہشات کی پیداوار ہیں لہٰذا یہ بہت سے لوگوں کی گمراہی کا سبب ہیں۔

مصالح مرسلہ کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:اس اصطلاح میں مشہور اختلاف ہے بعض فقہاءاسے رائے کہتے ہیں بعض مصالح مرسلہ، بعض لوگ اس کے قریب قریب استحسان کو کہتے ہیں اسی کے قریب (مشابہ) صوفیہ کی اصطلاحات ذوق، وجداورالہام ہیں یعنی وہ اپنے دل اور دین میں وجدان میں کسی قول یا عمل کو مصلحت کے مطابق سمجھتے ہیں اوراس کے ثمرات کا ذائقہ چکھتے ہیں یہ بہت اہمیت کا حامل موضوع ہے اس پرتوجہ دینی چاہیے اس لیے کہ کہ اس کی وجہ سے دین میں بہت اضطراب پیدا ہو چکا ہے اور بہت سے حکمرانوں، علماءاور عابدوں نے کسی عمل کو مصلحت قرار دیا اوراسے اپنالیا بنیاداسی اصول کو بنالیا۔جبکہ اس میں ایسے بھی اعمال اپنائے گئے جوشریعت میں حرام تھے۔ (۱۱/۳٤۳)

انہی وجوہات کی بناپرہم نے ان سطور میں ان اصطلاحات کی وضاحت کاارادہ کیاہے اس لیے کہ موجودہ دور میں بہت سے گمراہ قسم کے لوگوں نے استحسان،استصلاح،مصالح مرسلہ یا مصلحت دعوۃ جیسی اصطلاحات کوکھیل بنارکھا ہے اپنی آراءوخواہشات کوان اصطلاحات کی آڑ لے کر دین میں شامل کرتے ہیں اوران اصطلاحات کو وحی کے مقابلے اور دین کے انہدام کا ذریعہ بنا چکے ہیں۔

① استحسان

لغوی تعریف: کسی چیز کو اچھا سمجھنا۔

اصطلاحی تعریف: استحسان سے تین معانی مراد لیے جاتے ہیں:

① کسی مسئلے کے حکم کو کتاب وسنت کی دلیل کی بنا پر پھیر دینا یا کسی خاص دلیل کے حکم سے رجوع کرنا اس کے مقابل کی طرف کسی دوسری دلیل کی بنا پر جو پہلی دلیل کی بنسبت زیادہ قوی ہو۔

(اصول الاحکام ۔آمدی ٤/٢١٣)

اس تعریف کی رو سے استحسان پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا اس تعریف کے لحاظ سے اس اصطلاح میں کوئی غلطی نہیں حنبلی علماء نے بھی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف منسوب استحسان کا یہی معنی لیا ہے۔(روضة الناظرابن قدامة ص :١٤٧ ۔ مذکرة الاصول للشنقیطی ص:١٦٧)

امام مالک رحمہ اللہ کی طرف منسوب استحسان کا امام قرطبی رحمہ اللہ نے انکار کیا ہے جبکہ شوکانی رحمہ اللہ نے ارشاد الفحول :۲۴۱ میں الباجی کے ذریعے سے لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کی طرف منسوب استحسان کا معنی ہے دو دلیلوں میں سے قوی تر دلیل کو لینا اس طرح اگر استحسان کا معنی لیا جائے تو پھر اس اصطلاح پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

② استحسان کا دوسرا معنی ہے۔ مجتہد جس (قول یا عمل) کو اچھا سمجھے۔

③ تیسرا معنی ہے، مجتہد کے دلیل میں کوئی اس طرح الجھن پیدا کرے کہ وہ اس کی تعبیر وتوجیہ نہ کرسکتا ہو۔

ان دونوں قسموں کا باطل ہونا تو ظاہر اور واضح ہے:

① اس لیے غلط ہے کہ مجتہد کو یہ اختیار ہی نہیں کہ صرف اپنی عقل کی بنا پر کسی چیز کو اچھا قرار دے۔

② اس لیے غلط ہے کہ جس دلیل کی تعبیر نہیں کر سکتا اس کی قبولیت کا حکم نہیں لگا سکتا جب تک واضح اور ظاہر نہ ہو اور شریعت پر پیش نہ کی جائے۔

جمہور علماء نے ان دونوں اقسام کو غلط قرار دیا ہے اور انہیں محض خواہش کی پیروی کہا ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ((مـن استحسن فقد شرع)) جس نے استحسان سے کام لیا اس نے شریعت سازی کی۔(ارشادالفحول: ٢٤٠)

امام شوکانی ارشاد الفحول ص: ۲۴۱ پر سمعانی کا قول نقل کرتے ہیں اگر استحسان اس کو کہا جائے کہ مجتہد جس کو اچھا سمجھے اسے پسند کرے بغیر دلیل کے تو پھر یہ استحسان باطل ہے اس کا کوئی بھی قائل نہیں (یہاں کوئی سے مراد کوئی معتبر عالم البتہ کم علم گمراہ لوگ تو اس کے قائل ہیں اور موجودہ دور میں اسے استعمال کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بری آراء دین میں استعمال کرتے ہیں) امام شوکانی رحمہ اللہ علماء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: مذکورہ بحث سے یہ واضح ہوا کہ استحسان کو ایک مستقل بحث کے طور پر ذکر کرنا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اس لیے اگر سابقہ دلائل ہی بیان کیے جائیں تو بے فائدہ تکرار ہے۔ اور اگر ان کے علاوہ دلائل دیئے جائیں تو شریعت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ اس شریعت میں اضافہ ہے کبھی یہ اس شریعت میں نہیں تھا بلکہ بعض دفعہ تو شریعت سے معارض ہوتا ہے ایک طرف علماء کی یہ آراء ہیں دوسری طرف عقل وخواہش پر مبنی استحسانات کے قائل بھی ایسے دلائل دیتے ہیں جن کی بنیاد پر وہ استحسان کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن ان دلائل کو جب تحقیق کی کسوٹی پر رکھا جاتا ہے تو وہ دلائل ان کے مقصد کو ثابت نہیں کرتے۔ ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

① اللہ کا فرمان ہے:

اَلَّذِینَ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَیَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ (الزمر:۱۸)

''جولوگ (اللہ کا) کلام سنتے ہیں اور اسمیں اچھی بات کی اتباع کرتے ہیں۔''

حالانکہ یہ آیت ان کی دلیل نہیں بن سکتی البتہ ان کے خلاف ضرور بنتی ہے اس لیے کہ بہتر اور اچھی بات وہ ہوگی جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ثابت ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَ قُلُوۡبُهُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰهِ ذٰلِکَ هُدَی اللّٰهِ یَهۡدِیۡ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ (الزمر:۲۳)

''اللہ نے اچھی بات نازل کی ہے (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں باہم) ملتی جلتی ہیں اور دہرائی جاتی ہیں جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے اس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم (ہوکر) اللہ کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں یہی اللہ کی ہدایت ہے اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔''

ابن حزم رحمہ اللہ اپنی کتاب الاحکام (۲/۱۹۶) میں لکھتے ہیں: یہ ان کے خلاف حجۃ ہے ان کی تائید میں نہیں ہے اس لیے کہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ اس کی اتباع کریں جسے یہ لوگ احسن سمجھیں بلکہ فرمایا جو احسن ہے اس کی پیروی کریں اور احسن و بہترین قول وہ ہے جو قرآن وسنت کے موافق ہو اس پر ہر سچے مسلمان کا اجماع ہے جو اس کے علاوہ کچھ اور کہے وہ مسلمان نہیں ہے اور اللہ نے بھی اختلافات ختم کرنے کا یہی طریقہ بتایا ہے کہ:

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ (النساء:٥٩)

''اگر تم کسی بات میں اختلاف کر بیٹھو تو اس کو اللہ و رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو؟''۔

اس میں اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ جسے تم اچھا سمجھتے ہو اس کی طرف لوٹا دو یہ ممکن ہی نہیں کہ بغیر دلیل کے حق اس کو کہا جائے جسے یہ لوگ اچھا سمجھیں اگر ایسا ہوتا تو اللہ ہمیں اس چیز کا مکلّف کر دیتا جو ہماری طاقت میں نہیں ہے اور دلائل وآراء میں تعارض وتضاد پیدا ہو جاتا اور اللہ ہمیں اس اختلاف کرنے کا حکم دیتا جس سے خود اس نے منع کیا ہے یہ سب ناممکن ہے اس لیے کہ تمام علماء کے استحسانات ایک رائے پر متفق نہیں ہو سکتے اس لیے کہ علماء کے مقاصد اور طبائع ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں مثلاً کوئی عالم طبعاً شدت پسند ہوتا ہے کوئی طبعاً نرم خو ہوتا ہے کچھ علماء دوٹوک بات کرتے ہیں کچھ احتیاط کرتے ہیں ان وجوہات کی وجہ سے کسی ایک چیز کے استحسان پر اتفاق ممکن نہیں ہے جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ احناف ایک چیز کے بارے میں استحسان کا دعویٰ کر کے اسے بہتر قرار دیتے ہیں اس چیز کو مالکی مذہب والے برا قرار دیتے ہیں اسی طرح مالکی ایک چیز کو اچھا اور مستحسن کہتے ہیں احناف اسے برا قرار دیتے ہیں۔لہٰذا اللہ کے دین میں یہ نہیں ہوسکتا کہ حق کچھ لوگوں کے استحسان کی طرف لوٹا دیا جائے یعنی ان کے استحسان کو حق کا معیار قرار دیا جائے اگر اس طرح کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کا دین (نعوذ باللہ) نامکمل ہے ،حالانکہ ہمارا ایمان ہے کہ دین مکمل ہے اس میں اضافہ جائز نہیں اس میں ہر چیز کی وضاحت موجود ہے چاہے وہ منصوص ہو یا مجمع علیہ ہو اگر کوئی دین میں سے کسی چیز کو اچھا یا برا سمجھتا ہے تو اس سے دین پر کوئی اثر یا فرق نہیں پڑتا۔حق حق ہی ہوتا ہے چاہے لوگ اسے ناپسند کریں اور باطل باطل ہی ہے چاہے لوگ اسے اچھا سمجھیں خلاصہ یہ کہ استحسان دراصل خواہشات کی پیروی

کا نام ہے یہ گمراہی ہے ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رہنے کی دعا کرنی چاہیے۔

② ان کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے: ((ما راہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن)) جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے۔

جواب: یہ حدیث مرفوع نہیں ہے بلکہ یہ موقوف ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر (ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ابوداؤد طیالسی، بزار، طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی مروی ہے مگر اس کی سند ساقط ہے جیسا کہ کشف الخفا میں حدیث ۲۲۱۴ کے تحت تفصیل موجود ہے) جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا قول دین میں حجت نہیں ہے اور اگر اس قول کو حجۃ مان بھی لیا جائے تو پھر بھی ان لوگوں کے لیے دلیل نہیں بن سکتی اس لیے کہ اس میں مسلمانوں کے اجماع کی طرف اشارہ ہے اور اجماع کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ (جیسا کہ اصول الاحکام للآمدی ۴/ ۲/۵ اور ابن حزم کی الاحکام فی اصول الاحکام ۲/ ۱۹۷ اور فتاوی عز بن عبدالسلام میں مذکور ہے) اس قول میں یہ نہیں کہا گیا کہ مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر کسی بات کو اچھا سمجھے یا کوئی گروہ اچھا کہے تو وہ اللہ کے ہاں اچھا شمار ہوگا۔ (ارشاد الفحول میں تفصیلی بحث موجود ہے)

① **امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (۱۵۰-۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:** جس نے استحسان سے کام لیا اس نے شریعت سازی کی۔ (المستصفی: ۱/ ۲۷۴) فرماتے ہیں: استحسان خواہش کی پیروی کا نام ہے۔ [1] (ص: ۵۰۷ الرسالہ فقرہ ۱۴۶۴)

---

[1] اس میں عالم کے علاوہ کسی اور کو بولنا نہیں چاہیے ایسا عالم جو اجتہاد کو جانتا ہو تشبیہ کو سمجھتا ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد قیاس ہے اسی لیے اس کے بعد فرماتے ہیں دلائل تک پہنچنا چاہیے تا کہ عالم ہمیشہ دلائل کا متبع ہو اور خبر کو قیاس کے ذریعے تلاش کرنے والا ہو جس طرح ایک شخص بیت کو تلاش کرنے والا استدلال ونشانیوں سے تلاش کرتا ہے اور نشانیوں کو جانتا ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے دلیل کے بغیر بات کرنا جائز نہیں ہے نہ ہی استحسان جائز ہے۔ استحسان نئی چیز ہے جس کی پہلے سے مثال موجود نہیں۔(الرسالة فقره ٧٠ ص: ٦٥)

فرماتے ہیں: یہ واضح ہوا کہ استحسان کی بنیاد پر مسئلہ بنانا حرام ہے جب استحسان حدیث کے مخالف ہو مجتہد کو چاہیے کہ قرآن وسنت کے معانی ومفہوم کو تلاش کرے جس طرح پردیسی آدمی گھر کو تلاش کرتا ہے۔(الرسالة فقره١٤٥٦ ص: ٥٠٤)

گھر تلاش کرنے سے مراد یہ ہے کہ کعبہ وقبلہ کو تلاش کرنا، اسی طرح مجتہد پر لازم ہے کہ کتاب وسنت کے دلائل تلاش کرے اور ان کی پیروی کرے جس طرح نماز پڑھنے والا سجدہ کرنے کے لیے کعبہ کی سمت تلاش کرتا ہے اور پھر اس کی طرف سجدہ کرتا ہے) امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ایک روایت میں ہے کہ استحسان کی بنیاد پر مسئلہ بتانا باطل ہے۔ اگر استحسان کی بنیاد پر کسی کے لیے مسئلہ بتانا جائز ہوتا تو یہ عالم کے علاوہ ہر عقل مند کے لیے جائز ہوتا اور شریعت کے ہر معاملے میں جائز ہوتا ہر عاقل کو اجازت ہوتی کہ اپنے لیے شریعت بنائے۔(ارشاد الفحول،ص: ٢٤٠)

فرماتے ہیں: اگر ہر مفتی، حکمران اور مجتہد کے لیے جائز ہو کہ جہاں نص نہ ہو وہاں استحسان سے کام لے تو دین میں بہت افراط ہو جائے گا اور ایک ہی مسئلے میں مختلف قسم کے حکم ہوں گے کہ ہر مفتی کا استحسان دوسرے سے الگ ہوگا ایک ہی چیز کے بارے میں مختلف فتاوے اور آراء ہوں گی جن کے لیے کوئی قاعدہ وضابطہ نہ ہوگا نہ ہی کوئی معیار ہوگا نہ ہی ان فتووں میں سے صحیح فتویٰ کی نشان دہی ہو سکے گی جبکہ اس طرح احکام شریعت نہیں سمجھے جا سکتے۔(الام)

② ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری رحمہ اللہ (٣٨٤-٤٥٦ھ)

فرماتے ہیں: حق حق ہی ہوتا ہے اگرچہ لوگ اسے ناپسند کریں اور باطل باطل ہی ہوتا ہے اگرچہ لوگ اسے پسند کریں صحیح بات یہی ہے کہ (اپنی مرضی سے کسی چیز کو اچھا سمجھنا یعنی) استحسان خواہش پرستی ہے گمراہی ہے اللہ ہمیں اس قسم کی لغزش سے محفوظ رکھے۔(الاحکام فی اصول الاحکام: ۲/۱۹۶)

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے پہلے قرآن کی مندرجہ ذیل آیتیں ذکر کی ہیں:

◎ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ (یوسف:۵۳)

''بے شک نفس برائی کا حکم کرتا ہے۔''

◎ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ. (الروم:۲۹)

''بلکہ ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہشات کی پیروی کی۔''

◎ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (القصص:۵۰)

''اس سے بڑا گمراہ کون ہے جس نے اللہ کی رہنمائی کے بغیر اپنی خواہش کی تابعداری کی۔''

ان آیات کے بعد فرماتے ہیں: ان آیات میں اس بات کا ردّ اور ابطال ہے کہ نص یا اجماع کے بغیر استحسان کو اپنایا جائے۔ اللہ سے زیادہ مومنوں کے بارے میں احتیاط کرنے والا کوئی نہیں ہے جو کہ خالق رازق ہے اور ان کی طرف رسولوں کو بھیجنے والا ہے مکمل ترین احتیاط یہ ہے کہ اللہ کے احکامات کی تابعداری کی جائے اور بدترین عادت وخصلت ہے اس کے احکامات کی مخالفت۔(۲/۱۹۸)

فرماتے ہیں: استحسان کو جائز سمجھنے والوں سے ہم پوچھتے ہیں کہ ایک چیز کو تم اچھا سمجھو اور کوئی اور اسے برا سمجھے یا کوئی دوسرا کسی چیز کو اچھا سمجھے اور تم برا سمجھو تو اس میں کیا فرق ہے؟ دونوں میں

سے ایک کو حق یا بہتر قرار دینے کا کیا طریقہ ہوگا؟ جبکہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔(۲/۲۰۰)

فرماتے ہیں: استحسان کا معنی ہے جو دل کو اچھا لگے چاہے صحیح ہو یا غلط۔(المرجع: ۱/۴۵)

فَلاَ وَ رَبِّکَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لاَ یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (النساء:۶۵)

''تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافی معاملات میں تجھے فیصل نہ مان لیں اور پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیصلے سے اپنے دل میں تنگی و ناپسندیدگی محسوس نہ کریں اسے مکمل طور پر تسلیم کر لیں۔''

اس آیت کے ضمن میں امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس میں عقل، اللہ کا خوف اور آخرت پر ایمان ہو اور یقین ہو کہ یہ اللہ کا عہد اور حکم ہے جو اسے دیا گیا ہے تو ایسے انسان کو چاہیے کہ اپنے دل کو ٹٹولے اگر اس کا دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو تسلیم کرنے والا نہیں ہے بلکہ لوگوں کے اقوال و آراء کی طرف یا کسی کے استحسان قیاس کی طرف مائل ہے اور اختلافی امور میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کہیں اور سے فیصلے کرواتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ یہ شخص مومن نہیں ہے اور جب مومن نہیں تو کافر ہے اس لیے کہ تیسری تو کوئی صورت ہی نہیں ہے اور اللہ کا فرمان سچا ہے۔

③ امام موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ (۵۴۱-۶۶۰)

(روضۃ الناظرہ و جنۃ المناظرہ، ص:۱۴۷-۱۴۸) میں فرماتے ہیں: ہمیں اجماع امت سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ کسی عالم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ صرف اپنی خواہش کی بنیاد پر کوئی حکم صادر کرے جب تک کہ دلائل میں غور نہ کرے اور نہ ہی بغیر غور فکر کے استحسان کرے کیونکہ

دونوں کی بنیاد خواہش پر ہے دلائل سے عاری ہے اگر عالم کا استحسان بھی دلائل پر پیش کیا جائے تو وہ بھی صرف وہم وخیال ہی ثابت ہوگا۔(جب عالم کے استحسان کی یہ حیثیت ہے تو ان لوگوں کے استحسان کو کیا کہا جائے گا جن کا علم سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے)فرماتے ہیں :استحسان کو ماننے والوں کو چاہیے کہ بچوں اور عوام کے استحسان کو بھی تسلیم کرلیں اگر یہ کہیں کہ وہ دلائل میں غور وفکر کرنے کے اہل نہیں ہیں تو ہم کہیں گے کہ تم بھی تو دلائل میں غور نہیں کرتے (صرف خواہش پر حکم لگاتے ہو)تو غور وفکر کی شرط کا فائدہ کیا ہے؟۔

② استصلاح یا مصالح مرسلہ

یہ بنیادی بات یادرکھنی چاہیے کہ اللہ نے ہمیں مکمل وکامل ترین دین دیا ہے فرماتا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدہ:۳)

’’میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا ہے اورتم پر اپنی نعمت تمام کردی ہے۔‘‘

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ہمیں بے کار نہیں چھوڑا کہ ہم استحسان یا استصلاح سے کام لیں یا اپنی مرضی کے مطابق شریعت بنائیں اللہ کا فرمان ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (القیامۃ:۳٦)

’’کیا انسان سمجھتا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔‘‘

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے بنائے ہوئے یہ مصالح مرسلہ چونکہ اللہ کے بتائے ہوئے نہیں ہیں لہٰذا سب باطل ہیں اگر چہ لوگوں کی عقل اسے مستحسن قرار دے۔اللہ نے جس چیز کولوگوں کے لیے بہتر قرار دیا وہ ان کے لیے بہتر ہے اگر چہ لوگوں کی عقل اسے پسند کرے یا برابر قرار دے۔

علماء کی رائے میں مصالح کی اقسام تین ہیں

① شریعت نے اسے مصلحت قرار دیا ہوتو ہم اسے ''سمعنا و اطعنا'' کہتے ہوئے اسے تسلیم کریں گے۔

② شریعت نے کسی مصلحت کو بے کار چھوڑ دیا ہو اس کی طرف توجہ نہ دی ہو (اس کے باطل ہونے میں شک نہیں اس لیے کہ وہ نص کی مخالف ہے اور اگر اسے اپنایا جائے تو حدود شریعت میں تغیر ہوتا ہے۔(روضة الناظر و جنة المناظر، ص:١٤٩)

③ شریعت میں اس کا کوئی ذکر نہ ہونہ اسے بے کار چھوڑنے کا نہ اس کے معتبر قرار پانے کا اس کو اکثر لوگ مصلحت مرسلہ کہتے ہیں یا مصلحت مطلقہ مرسلہ کہ شریعت نے اس کے بارے میں کچھ نہ کہا ہو نہ بے کار نہ معتبر کہا ہو۔

ہم اس بارے میں جو عقیدہ رکھتے ہیں اور جسے اللہ کا دین سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس قسم کا کوئی وجود نہیں ہے جو اس کے وجود کو تسلیم کرتا ہے وہ شریعت کو نامکمل اور کتاب اللہ کو ناقص سمجھتا ہے۔اور اللہ کے اس فرمان کی مخالفت کرتا ہے:

مَّا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ (الانعام:٣٨)

''ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں کی۔''

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ (المائدہ:٣)

''میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے۔''

اللہ نے اپنی کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی نہ ہی کسی مصلحت کا ذکر ترک کیا ہے بلکہ جو بھی مصلحتیں ہیں یا تو شریعت نے انہیں بے فائدہ قرار دیا ہے یا اسے معتبر جانا ہے اور یہ نص کے

ذریعے سے بھی ہے کبھی ظاہراً اور کبھی اشارۃً ہوا ہے یا دیگر وجوہِ دلالت کے ذریعے۔ اگر کوئی شخص اس کے علاوہ کوئی اور عقیدہ رکھتا ہے تو گویا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے ہمیں بے کار چھوڑ رکھا ہے کہ ہم میں سے جو چاہے کسی چیز کو مستحسن قرار دے جو چاہے ناپسندیدہ قرار دیدے اس کے لیے کوئی شرعی ضابطہ یا حد نہیں ہے حالانکہ اس طرح کی فکر کو اللہ نے ردّ کر دیا ہے فرماتا ہے:

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی (القیامة:٣٦)

''کیا انسان سمجھتا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔''

اسی لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب الصارم المسلول میں لکھتے ہیں:

صرف استحسان کی بنیاد پر یا استصلاح کی بنا پر کسی حکم کا اثبات جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ دین میں اپنی رائے سے شریعت سازی ہے اور یہ حرام ہے اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے:

اَمۡ لَهُمۡ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا لَمۡ یَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ (الشوریٰ:٢١)

''کیا ان کے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسی شریعت بنائی ہے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔؟''

فتاویٰ (۱۱/۳۴۴) میں لکھتے ہیں: مصالح مرسلہ کو ماننا یہ دین میں ایسی شریعت سازی ہے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔ اور یہ ایک لحاظ سے استحسان اور رائے اور عقلی پسند کے مشابہ ہے۔ فرماتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ شریعت نے کوئی مصلحت چھوڑی نہیں ہے بلکہ اللہ نے ہمارے لیے دین مکمل کر دیا ہے اور نعمت تمام کر دی ہے۔ جو بھی عمل ہمیں جنت کے قریب کرنے کا ذریعہ ہے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کی خبر دیدی اور ہمیں ایسی واضح شریعت دی ہے کہ اس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے البتہ عقل جس کو مصلحت قرار دے اور شریعت میں اس کی دلیل یا ذکر نہ

ہوتو اس سے دو باتوں میں سے ایک بات لازم آتی ہے کہ شریعت نے وہ مصلحت بتادی ہے مگر اس آدمی کی نظر یا سوچ وہاں تک نہیں پہنچ سکی ہے۔یا یہ کہ وہ مصلحت ہے ہی نہیں اگرچہ یہ اسے مصلحت سمجھے، مصلحت کہتے ہیں یقینی یا قریب الحصول منفعت کو اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو مفید سمجھتا ہے حالانکہ وہ فائدے سے زیادہ نقصان دینے والی ہوتی ہے۔جیسا کہ شراب اور جوئے کے بارے میں اللہ فرماتا ہے:

قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

(البقرہ:۲۱۹)

کہ دیں کہ ان میں گناہ بڑا ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ ہے۔

اس طرح کی اکثر بدعات اہل کلام اور اہل تصوف اہل الرائے اور حکمرانوں کی ایجاد کردہ ہیں انہوں نے ان بدعات کو نیکی اور فائدے کی چیز قرار دیا حالانکہ ایسا نہیں تھا اکثر غیر مسلم جیسے یہود۔نصاریٰ ۔مجوس۔ستارہ پرست وغیرہ بہت سے ایسے اعتقادات اور معاملات کو اپنائے ہوئے ہیں۔جن کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ ان میں دنیاوی و دینی مصلحت ہے۔(ایسے اعمال کے بارے میں اللہ فرماتا ہے):

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (الکہف:۱۰۴)

''ان کی کوششیں دنیاوی زندگی میں رائیگاں گئیں حالانکہ وہ سمجھتے ہیں کہ بہت اچھا کام کررہے ہیں۔''

انہیں ایک غلط کام اچھا لگا تو اسے بہتر قرار دیدیا ہے۔جب انسان کسی غلط چیز کو بھی اچھا سمجھے تو

اسے استحسان یا استصلاح قرار دیدیتا ہے۔(۱۱/۳۴۵)

ہمارے خیال میں اسی وجہ سے اہل مذہب نے کہا ہے کہ مصلحت مرسلہ اللہ کے دین میں حجۃ نہیں ہے یہ لوگ مصلحت کو تب استعمال کرتے ہیں جب شریعت نے اسے معتبر مانا ہو۔(مذکرۃ الاصول للشنقیطی ص:۱۷۰)

علماء نے مصلحت کی ایک اور تقسیم بھی کی ہے

①:ضروریہ ②: حاجیہ ③:تحسینیہ

حاجیہ اور تحسینیہ علماء کے ہاں بہت وسعت کے حامل مصالح ہیں اسی لیے ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ حاجیہ وتحسینیہ مصلحت کو بغیر دلیل کے نہیں اپنانا چاہیے اگر انہیں جائز قرار دیدیا گیا تو یہ رائے کی بنیاد پر شریعت سازی کہلائے گی اور ہمیں پھر رسولوں کی ضرورت نہ رہے گی اور عام آدمی اور عالم برابر بن جائے گا اس لیے کہ ہر شخص اپنی ذاتی مصلحت کو دوسرے کی بنسبت زیادہ بہتر سمجھتا ہے۔(روضۃ الناظر ص:۱۴۹)

جہاں تک تعلق ہے مصلحت ضروریہ کا تو اسے علماء مفاسد کی روک تھام کا نام دیتے ہیں اور جن اشیاء سے مفاسد کی روک تھام کرنی ہے وہ چھ ہیں دین، نفس، نسب، عزت، عقل اور مال (بعض علماء نسب اور عزت کو ایک ہی شمار کرتے ہیں اس لحاظ سے پھر پانچ اشیاء ہوگئیں جن کی حفاظت شریعت کرتی ہے جبکہ وضعی قوانین ان کو منہدم کرنے پر تلے ہوتے ہیں) ان اشیاء کی حفاظت شریعت نے لوگوں کی خواہشات اور ان کی مرضی پر نہیں چھوڑی بلکہ سب کے لیے حدود مقرر کی ہیں مثلاً مرتد کا قتل دین کی حفاظت کے لیے ہے۔حد قذف عزت کے تحفظ کے لیے ہے۔شراب کی حد عقل کی حفاظت کے لیے ہے۔سود یا کچھ بیوع کی حرمت چوری کی حد یہ سب مال کے تحفظ کے لیے ہے

۔اسی لیے ان مصالح کے ثبوت اور ان کو اپنائے رکھنے پر بے شمار دلائل قرآن وسنت میں موجود ہیں جب شریعت نے ان اشیاء کے تحفظ کے لیے احکام دیدیے ہیں تو پھر بغیر دلیل شرعی ان کے لیے ذرائع ایجاد کرنا جائز نہیں ہے۔صرف خواہش کی بنیاد پر تحفظ کے نام پر شریعت سازی کرنا اور اسے مصلحت قرار دینا صحیح نہیں ہے۔نہ ہی ایسی کوئی رائے یا مصلحت دلیل بن سکتی ہے۔اس لیے کہ شریعت نے مثلاً جان کی حفاظت کے لیے قصاص مقرر کیا ہے مگر مثلہ کرنے سے منع کیا حالانکہ یہ زیادہ عبرتناک اور قتل سے باز رکھنے والا عمل ہے اس طرح چوری میں قتل کو حد نہیں بنایا اسی طرح شراب پینے میں بھی اب اگر کوئی شخص شریعت کی مقرر کردہ سزاؤں کو ان اشیاء کے تحفظ کے لیے ناکافی سمجھتا ہے اور مصلحت کے نام پر ان کے لیے دوسری سزائیں متعین کرتا ہے تو یہ رائے کی بنا پر شریعت سازی اور صرف عقلی حکم کہلائے گا۔(روضة الناظر وجنة المناظر ص: ۱۵۰)

خلاصہ کلام

اللہ نے ہمیں بے کار نہیں چھوڑ رکھا نہ ہی بے فائدہ پیدا کیا ہے بلکہ ہمارے لیے مصالح ومقاصد کی حد بندی کی ہے صرف یہی نہیں بلکہ ان مصالح ومقاصد تک رسائی کے لیے ہمیں راستے اور ذرائع بھی دیئے ہیں اور تمام وہ مسائل وذرائع جنہیں کوئی ان مصالح تک رسائی کا ذریعہ سمجھتا ہے انہیں باطل قرار دیدیا ہے سوائے اس طریقے کے جو خاتم النبیین محمد ﷺ کا راستہ اور طریقہ ہے۔کسی مقصد کے حصول کا ذریعہ بھی مقصد میں سے ہی شمار ہوتا ہے لہٰذا اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ مقصد کی طرح مشروع اور صاف وپاکیزہ ہو اسی لیے فقہاء کہتے ہیں کہ ذرائع پر بھی مقاصد کا ہی حکم لاگو ہوتا ہے۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس موضوع (مصالح مرسلہ) پر مکمل توجہ اس لیے کہ اس کی وجہ سے دین میں بہت بڑی الجھن پیدا ہوگئی ہے بہت سے حکمران

،علماء اور عابد کسی بات کو یا عمل کو مصلحت قرار دے کر بروئے کار لاتے ہیں اور اس کے لیے بنیاد اسی مصلحت کو بناتے ہیں حالانکہ ان میں سے بہت سے ایسے کام بھی ہوتے ہیں جو شرعاً حرام ہوتے ہیں مگر انہیں معلوم نہیں ہوتا۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مصلحت مرسلہ کی وجہ سے نص کی مخالفت کر لی جاتی ہے اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ شریعت نے جن مصالح کو معتبر مانا انہیں بے کار چھوڑ دیتے ہیں اس بناء پر کہ شرع نے اس کے بارے میں واضح طور پر حکم نہیں دیا اس طرح بہت سے واجبات اور مستحبات رہ جاتے ہیں۔

مذکورہ تمام تفصیلات سے ثابت ہو گیا کہ شیخ عبدالرحمان عبدالخالق نے اپنی کتاب ''المسلمون والعمل السیاسی ''میں قاعدہ وضابطہ بیان کیا ہے وہ باطل اور غلط ہے ان کا بیان کردہ قاعدہ یہ ہے :''مصالح اور مفاسد ہی وسائل پر حکم لگانے کا ذریعہ اور راستہ ہیں۔کسی ذریعے کے اچھے اور برے ہونے کا حکم اسی حساب سے لگایا جاتا ہے کہ جتنا شریعت نے اسے مصلحت ثابت کیا ہے یا مفاسد ونقصانات نے اسے وجود دیا ہے۔عواقب اور انجام کو دیکھنا کسی معاملے میں تدبر وتفکر کرنا دینی فائدے نقصان کا حساب کرنا ان امور پر بہت زیادہ توجہ بلکہ بار بار توجہ کی ضرورت ہے۔(ص:۳۵)

اس کی مزید تاکید وتائید کے لیے (ص:۴۰) پر لکھتے ہیں:''اسی طرح دعوت کے ہر ہر قدم پر غور کرنا اور اس کے ذرائع پر سوچنا ضروری ہے اس کے اسلوب وطریقوں پر بھی توجہ دینی چاہیے کہ کتنے اسلوب اور طریقے امت،دین اور اسلام کے لیے مفید ہیں اور کتنے شرعی لحاظ سے مضر ہیں اگر ضرر کی بنسبت فائدے زیادہ ہیں تو اُن ذرائع کو اختیار کرنا چاہیے اگر نقصانات زیادہ ہیں تو اجتناب کرنا واجب ہے۔ہمارے خیال میں حق بات تو یہ ہے کہ صحیح اور بنیادی راستہ اور وسائل وذرائع صحیح وغلط کے حکم کا طریقہ وہی ہے جو شریعت سے ثابت ہو وہی معتبر ہے جس پر شرعی دلیل

ہو اس کے بعد مصالح ومفاسد کا معیار آئے گا اور وہ بھی دلیل کے ساتھ ۔صرف مصلحت حکم کا ذریعہ نہیں جیسا کہ موجودہ دور میں بہت سے داعی کہتے ہیں اور اپنے اس موقف ودعوی کی وجہ سے انہوں نے اسلام میں بہت زیادہ بگاڑ اور باطل نظریات داخل کردیئے ہیں۔اس لیے کہ مصلحات یا مفسدہ کا مدار کلام اللہ یا کلام رسول ﷺ پر نہیں ہوگا تو پھر صرف اور صرف خواہشات اور ناقص عقول اور مختلف استحسانات پر اس کی بنیاد ہوگی اور پھر مختلف آراء واذہان کی وجہ سے اللہ کے دین میں بلا دلیل اور متضاد آراء کا دخل بڑھ جائے گا جس طرح کہ شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق اور اس کے ہم خیال لوگوں نے دعوتی استصلاح کے نام پر ایسے کاموں کو بھی جواز فراہم کردیا ہے جو باطل اور غلط ہیں جیسے قانون ساز اسمبلی کا جواز جو کہ خالص کفریہ وطاغوتی مراکز ہیں ۔انہوں نے اس (مصلحت) کے لیے الجزائر کی مثال دی ہے جب فرانس وہاں سے نکل گیا تو اس وقت الجزائر کی اقتصادیات کا دارومدار شراب کے کارخانوں پر تھا اس وقت یہ شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق ان لوگوں کو بے وقوف کہتا تھا جو کہتے تھے کہ یہ کارخانے فی الفور بند ہونے چاہئیں یہ کہتا تھا کہ یہ لوگ آیت کی روح کو سمجھ نہیں سکے ہیں اور یہ لوگ جمود کا شکار ہیں ورنہ مصلحت کا تقاضا ہے کہ ان کارخانوں کو فی الحال برقرار رکھا جائے اور بتدریج انہیں ختم کیا جائے ورنہ اقتصادی بحران کا خدشہ ہے اگر ان کارخانوں کو فوری بند کردیا گیا تو قوم کو بڑا مالی نقصان ہوگا۔حالانکہ اللہ نے ایسی مصلحت کو بے کار قرار دیا ہے جب اللہ نے حرم میں مشرکین کا داخلہ بند کرادیا تو اللہ کو معلوم تھا کہ اس سے مسلمانوں کی تجارت کو نقصان ہوگا وہ اقتصادی لحاظ سے کمزور ہوں گے مگر اللہ نے فرمایا:

وَ اِنۡ خِفۡتُمۡ عَیۡلَۃً فَسَوۡفَ یُغۡنِیۡکُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖۤ اِنۡ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ (التوبة:۲۸)

''اگر تم غربت سے ڈرتے ہو تو اللہ اگر چاہے گا تمہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا بے

شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

یہ حالت ہے استصلاحات واستحسانات کو اپنانے والوں کی کہ آیات پر عمل کرنے والوں کو جمود کا شکار قرار دیتے ہیں ہم ان کو یہی کہہ سکتے ہیں کہ اگر تمہارے نزدیک یہ جمود ہے تو ہمیں اس جمود پر فخر ہے ہم اسے اپنے لیے عزت واعزاز سمجھتے ہیں اور اللہ سے یہی دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اس روش پر زندہ رکھے اسی پر موت دے۔ تمہیں نصوص وآیات سے انحراف مبارک ہو اس کے لیے تم کبھی استحسانات کا کبھی استصلاحات کا سہارا لیتے ہو جو تمہارے ذہنوں کی پیداوار ہیں۔

مصالح مرسلہ اور ڈھال کی مثال

اس موضوع کی تکمیل کے لیے اور اس بات کی وضاحت کے لیے کہ ہم اللہ کے دین کے ساتھ مذاق نہیں کر رہے ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ علماء نے مصلحت کو قبول کرنے کے لیے تین شرائط رکھی ہیں۔ اگر یہ شرطیں پائی جائیں تو مصلحت قبول کی جائے گی:

① حقیقی مصلحت ہو ذہنی اختراع نہ ہو۔

② عام مصلحت ہو شخصی نہ ہو۔

③ مصلحت کسی (شرعی) حکم یا دلیل کے معارض نہ ہو۔

ارشاد الفحول میں لکھا ہے: اگر کوئی مصلحت ضروری، قطعی اور کلی ہو تو وہ معتبر ہوگی اگر یہ تینوں شرطیں نہ ہوں تو قابل قبول نہ ہوگی۔ ضروری سے مراد ہے کہ ضروریات خمسہ میں سے ہو۔ کلی سے مراد ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو مشتمل ہو چند افراد کے لیے نہ ہو نہ ہی خاص حالات کے لیے ہو۔ امام غزالی اور بیضاوی نے اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ یعنی ان شرائط کی حامل مصلحت قابل قبول ہوگی امام غزالی نے ایسی مصلحت کو مسئلہ ترس (ڈھال) کی مثال بنایا ہے۔ ابوالحسن الآمدی نے

(الاحکام فی اصول الاحکام :٤/٢١٦) میں پہلے مصلحت کو تقسیم کیا ہے کہ ایک وہ مصلحت ہے جو شرع میں معتبر ہے۔ایک وہ ہے جو شریعت کی نگاہ میں بے فائدہ ہے بے حیثیت ہے ۔ایک وہ ہے جس کو شریعت نے اہمیت دی ہے نہ اسے بے کار قرار دیا ہے جسے مصلحت مرسلہ کہا جاتا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں: فقہاء شافعیہ وحنفیہ وغیرہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس طرح کی مصلحت (مصلحت مرسلہ) کو نہیں لیا جائے گا اس کا قبول کرنا ممنوع ہے۔یہی بات صحیح اور حق ہے۔امام مالک رحمہ اللہ سے اس کی قبولیت منقول ہے مگر ان کے مقلدین اس سے انکار کرتے ہیں۔اگر امام مالک رحمہ اللہ کی رائے واقعی یہی ہے جو ان کی طرف منسوب ہے تو پھر ان کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ ہر مصلحت کو قبول کیا جائے بلکہ ان کی مراد ہوگی مصالح ضروریہ کلیہ، غیر ضروری نہیں۔اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ جس طرح کفار مسلمانوں کے ایک گروہ کو ڈھال بنالیں اپنے بچاؤ کے لیے (یرغمال بنالیں) تاکہ دیگر مسلمان ان کفار کو کچھ نہ کہیں اگر ہم اس یرغمال مسلمان گروہ کا لحاظ کرتے ہیں انہیں کچھ نہیں کہتے قتل نہیں کرتے تو کفار ان کی آڑ لے کر دارالاسلام پر قبضہ کرتے ہیں اور تمام مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں ایسے میں اگر دیگر مسلمان اس یرغمال مسلمان گروہ کو بھی کفار کے ساتھ قتل کردیتے ہیں تو تمام مسلمانوں کے سر سے کفار کا خطرہ ختم ہوجاتا ہے اور ایسا کرنا مصلحت کلیہ ضروریہ ہے اگرچہ ایسا کرنے سے کچھ بے گناہ مسلمان بھی مارے جائیں گے مگر مصلحت کلیہ ضروریہ کا تقاضا یہی ہے شریعت نے ایسی مصلحت کا نہ اعتبار کیا ہے نہ اسے بے کار کہا ہے۔اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ مصلحت کی ایک قسم وہ ہے جس کا شریعت میں اعتبار ہے شریعت نے اسے معتبر قرار دیا ہے دوسرا وہ ہے جسے شریعت نے بے فائدہ وبے کار قرار دیا ہے جبکہ یہ مذکوہ مصلحت ان دو قسموں کے درمیان متردد ہے نہ اسے ایک کے ساتھ ملاسکتے ہیں نہ دوسرے کے ساتھ لہٰذا جب تک اس کی قسم وحیثیت کا تعین نہ ہو اس کو دلیل

کے طور پر اپنانا جائز نہیں ہے۔اس بات پر اچھی طرح غور کرنے سے مسئلہ ترس یعنی ڈھال ویرغمال کا مسئلہ اجماعی نہیں ہے بلکہ اس میں اختلاف ہے اور جو علماء اس کے قائل ہیں انہوں نے اس کے لیے بہت بڑے شرائط وقیود لگا رکھی ہیں اس لیے کہ اس میں حرام کو حلال قرار دینے کی صفت پائی جاتی ہے۔

قیود مندرجہ ذیل ہیں

① کہ جب تک یرغمال مسلمان گروہ کو نہ مارا جائے اس وقت تک کفار کو مارنا ممکن نہ ہو اگر یرغمالیوں کے قتل کے بغیر کفار سے جنگ ہوسکتی ہو تو پھر یرغمالیوں کو قتل کرنا حرام ہے۔

② یہ یقین ہو کہ اگر کفار کو قتل نہ کیا گیا تو یرغمالیوں اور دیگر مسلمانوں سب کی جان خطرے میں ہے۔

③ مسلمان ان یرغمالیوں کے قتل میں اللہ سے ڈرے اور صرف ان یرغمال مسلمانوں کو قتل کریں جن کا قتل ناگزیر ہو۔

موجودہ دور میں کچھ گمراہ لوگ اس مسئلہ میں ترس سے استدلال کرتے ہیں اور کسی قسم کی پرواہ کیے بغیر اسے اس طرح بے احتیاطی سے استعمال میں لاتے ہیں کہ بہت سے ایسے مسائل میں مبتلا ہو رہے ہیں جو اسلام سے اور ملت توحید سے خارج کرنے کا سبب بن رہے ہیں مثال کے طور پر جمہوری پارلیمنٹ کو قانون سازی کا اختیار دینا وغیرہ اس کے لیے بھی ان لوگوں نے استدلال اس مسئلہ ترس سے کیا ہے اور اس کے لیے بہت مبالغہ سے کام لیا گیا ہے مذکورۃ الصدر قیود کا لحاظ ہی نہیں کیا گیا۔حالانکہ یہ قیود مصلحت کے جواز کے قائلین نے رکھی ہیں (مثال کے طور پر جاسم الهلهل الياسين کی کتاب ”للدعاة فقط“ اور (حكم المشاركة فی الوزارة والمجالس

النيابية ،ص: ۹۱ دیکھیں)ان کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسلام کی بنیاد شرکیہ قانون سازی پارلیمنٹ اور جمہوری قانون پر ہے یا یہ کہ جمہوریت اور پارلیمنٹ کو ترک کردینے سے مسلمان ختم ہی ہو جائیں گے۔ایسا ہرگز نہیں ہے ان کی یہ باتیں اور آراء دراصل خواہش پرستی اور دین کے ساتھ مذاق ہے اور صرف استحسان واستصلاحِ عقلی کی بنیاد پر شریعت سازی کرنا ہے ۔اگر قوم کسی دلیل اور برہان کے پیچھے چلتی رہے کسی بھی موقع پر اسے ترک نہ کرے دلیل کے علاوہ کسی بات کو دین تسلیم ہی نہ کرے تو تب یہ ہدایت یافتہ کہلائے گی مگر اب لوگ زیادہ تر خواہشات کے پیروکار بن چکے ہیں اور دلائل و براہین سے منہ موڑ رہے ہیں غلط اور گمراہ کن آراء کی پیروی کرنے لگے ہیں ایسا کرنے والوں کو اللہ کی آیات سے روگردانی والوں پر نازل شدہ عذاب یاد رکھنا چاہیے اللہ کا فرمان ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا (الکھف:۵۷)

’’اس سے بڑا ظالم کون ہے جس کو اس کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی اور اس نے ان سے منہ موڑ لیا اور اپنے اعمال بھول گیا ہم نے ایسے لوگوں کے دلوں پر ان آیات کے سمجھنے سے رکاوٹ ڈال دی ہے ان کے کانوں میں بہرا پن ہے اگر آپ انہیں سیدھے راستے کی طرف بلائیں تو یہ کبھی بھی نہیں آئیں گے۔‘‘

اور فرمایا ہے:

وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (الاعراف:۱٤٦)

”اگر یہ کوئی بھی نشانی دیکھ لیں اس پر ایمان نہیں لاتے اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسے اپناتے نہیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیتے ہیں تو اسے اپنا لیتے ہیں یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے غفلت برتی۔“

جہاں تک مصالح کی بات ہے تو ایک بہت بڑی مصلحت ایسی ہے جس کی طرف لوگ توجہ نہیں کرتے حالانکہ اس مصلحت کو کسی بھی دوسری مصلحت کی وجہ سے چھوڑا نہیں جاسکتا وہ مصلحت ہے دین ۔اس لیے کہ شریعت نے جن ضروریہ مصالح کو معتبر جانا ہے وہ ہیں دین، نفس (جان)، نسب، عزت، عقل اور مال، جب شریعت نے ایسی مصلحتوں کو بھی ضروری قرار دیا ہے جو دنیا اور معاش کے تحفظ کے لیے ہے تو دین پھر سب سے اہم اور ضرورت مصلحت ہے اس لیے کہ اس میں دنیا اور آخرت دونوں کا تحفظ اور اخروی نجات ہے اسی لیے اللہ نے دین کی حفاظت کے لیے سب سے شدید حد مقرر کی ہے یعنی قتل جیسا کہ حدیث میں ہے: ((من بدل دینہ فاقتلوہ)) وغیرہ جس نے دین بدل دیا اسے قتل کردو۔ اور اسے اللہ نے خالص اپنا حق قرار دیا ہے اس میں کسی اور کو شریک نہیں کیا پھر دین میں سب سے بڑی مصلحت توحید ہے جو کہ شرک کی ضد ہے اللہ نے جنوں اور انسانوں کو اسی توحید کو اپنانے کے لیے پیدا کیا ہے جیسا کہ فرمان ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:٥٦) میں نے جن اور انس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے جتنے رسول مبعوث فرمائے جتنی کتابیں نازل کیں وہ سب اسی مقصد کے لیے۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل:٣٦)

”ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (ان سے یہ کہنے کے لیے کہ) اللہ کی عبادت کرو

طاغوت سے اجتناب کرو۔‘‘

اسی طرح نبی ﷺ سے مروی احادیث بھی اس بارے میں کافی تعداد میں موجود ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے نجات کا دارومدار اس بات پر ہے کہ توحید کو اپنایا جائے اور شرک سے محفوظ رہا جائے اس کے علاوہ بقیہ شرعی احکام جتنے بھی ہیں وہ توحید کی تکمیل اور اس کے ثبوت کے لیے ہیں۔ اسی لیے علماء کہتے ہیں کہ قرآن میں جتنی آیات ہیں وہ اسی توحید پر دلالت کرنے والی اور اسی کی طرف دعوت دینے والی ہیں سب آیات توحید پر ہی مشتمل ہیں وہ اس طرح کہ قرآن میں یا تو اللہ کے اسماء وصفات وافعال کی خبر ہے تو یہ علمی خبری توحید ہے اور یا ایک اللہ کی عبادت کی طرف دعوت ہے اور ہر قسم کے شرک سے اجتناب ہے تو یہ توحید ارادی طلبی ہے یا امر ونہی ہے تو یہ توحید کے حقوق کی تکمیل ہیں یا اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ اللہ نے اہل توحید کو عزت دی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تو یہ توحید کا بدلہ اور جزاء ہے یا اہل شرک کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ نے ان کے ساتھ دنیا میں کیا سلوک کیا ہے اور آخرت میں کیا عذاب انہیں دیا جائے گا تو یہ اس آدمی کی خبر دی گئی ہے جو توحید سے نکل گیا گویا کہ مکمل قرآن توحید، اس کے حقوق اور اس کی جزاء اور شرک واہل شرک کی سزاء پر مشتمل ہے۔ (ابن قیم وابن ابی العز شرح طحاویہ)

اسی توحید کے لیے اللہ نے جہاد کو مشروع قرار دیا ہے لہٰذا یہ مصلحت (توحید) تمام مصلحتوں، نفس، مال، عزت وغیرہ پر مقدم ہے اس لیے کہ جہاد کی مشروعیت کی حقیقت یہ ہے کہ تمام مصالح اور ضروریات کو اس مصلحت کبریٰ (توحید) کی حفاظت ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (البقرة: ۱۹۱)

’’فتنہ (شرک) قتل سے بھی زیادہ شدید ہے۔‘‘

اسی طرح بدترین عمل شرک ہے (جو کہ توحید کی ضد ہے) اس لیے کہ شرک کے علاوہ گناہ موحد کے لیے معاف ہو جاتے ہیں یا کسی سفارش سے بخش دیئے جاتے ہیں یا بقدر گناہ عذاب مل جاتا ہے اور سزاء بھگت کر موحدین کے ٹھکانہ پر پہنچ جاتا ہے (جنت میں) جبکہ شرک پر مرنے والے کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے:

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (المائدہ:۷۲)

''جس نے اللہ کے ساتھ شرک کرلیا اس پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے۔''

نیز فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

(النساء:۴۸)

''اللہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور بخشتا ہے اس کے علاوہ جسے چاہے۔''

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((من مات وهو يدعو لله ندًا دخل النار)) (بخاری)

''جو اس حال میں مر گیا کہ اللہ کے ساتھ شریک پکارتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔''

جب یہ ثابت ہو گیا اور واضح ہو گیا (کہ سب سے بڑی مصلحت توحید ہے) تو کسی کے لیے لائق نہیں کہ وہ اس پر کسی اور مصلحت کو مقدم کرے۔ جس طرح کہ شرک کے مقابلے میں کوئی بھی گناہ بڑا نہیں ہے۔ شریعت نے یہ ثابت کیا ہے کہ توحید سب سے بڑی مصلحت اور شرک سب سے بڑا فساد ہے اس بات کا فیصلہ شریعت کرتی ہے (کہ مصلحت کیا ہے کیا نہیں) یہ عقل اور خواہشات کا کام نہیں ہے نہ ہی اس کا فیصلہ استحسان کے ذریعے ہوسکتا ہے۔

بخاری مسلم و دیگر کتب احادیث میں رسول ﷺ کا فرمان مروی ہے کہ جب آپ ﷺ سے پوچھا

گیا کون سا گناہ سب سے بڑا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے جبکہ اس اللہ نے ہی تجھے پیدا کیا ہے۔اب، مسلمانوں میں سے ہر شخص کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ تمام نصوص و دلائل اور علمائے محققین کے اقوال کو اسی تناظر میں سمجھے۔اسی قبیل سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول بھی ہے جس سے بہت سے لوگ دلیل لیتے ہیں مگر اسے نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں نہ ہی اس مذکورہ اصول کے ساتھ اسے ملا کر سمجھتے ہیں شیخ کا قول اس طرح ہے:

''جب مصالح ومفاسد میں تعارض آجائے اور حسنات وسیئات میں تصادم وتزاحم پیدا ہو جائے تو ایسے میں راجح کو ترجیح دینی چاہیے۔جب مصالح ومفاسد میں تزاحم وتصادم آجائے ایسے میں اگر امر و نہی کسی مصلحت کے حصول یا فساد کے دفعیہ پر مشتمل ہوں تو ہم تعارض کے وقت اس کا لحاظ کریں گے اگر ایک میں مصلحت زیادہ ختم ہو رہی ہو یا فساد میں اضافہ ہو رہا ہو تو وہ حکم نہیں اپنایا جائے گا یا حکم نہیں کہلائے گا بلکہ وہ حرام ہوگا جب مفسدہ زیادہ ہو مصلحت سے مگر یہ بھی یاد رہے کہ مصالح ومفاسد کا معیار و میزان شریعت ہے۔'' (مجموع الفتاویٰ:۱۲۹/۲۸)

اگر مصنف یا مسئلے پر گفتگو کرنے والا یہ سمجھ جائے کہ سب سے بڑی مصلحت توحید ہے تو وہ کبھی بھی خود ساختہ مصلحت کو اس پر مقدم نہیں کرے گا (عمر اشقر کی کتاب:''حکم المشارکة فی الوزارة والبر لمانات التشریعیة ''میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے کہ دو مصلحتوں میں سے بڑی مصلحت کو لیا جائے گا۔حالانکہ سب سے بڑی مصلحت توحید اور کفر بالطاغوت کو نظر انداز کیا گیا ہے)اور اگر یہ سمجھ میں آجائے کہ سب سے بڑا فساد شرک ہے تو اس کو ختم کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرے گا نہ ہی کسی چھوٹی مصلحت کے لیے شرک کا ارتکاب کرے گا جیسا کہ حکم بغیر ما انزل اللہ اور تشریع میں انسانوں کی مشارکت کے لئے کفریہ افکار اور اپنے

باطل نظریات کے لیے مصالح ومفاسد کے معیار سے استدلال کرتے ہیں یا تو یہ ان کی جہالت ہے یا تجاہل۔ایسے لوگوں کو اللہ وعید سنا رہا ہے:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ۝ وَ اِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۝ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۝ يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (مطففین:٦-١)

''ہلاکت ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے، جب یہ لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں تول یا ماپ کر دیتے ہیں تو کمی کرتے ہیں کیا انہیں یقین نہیں کہ یہ (مرنے کے بعد) اٹھائے جائیں گے، بڑے دن، جب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟۔''

مصلحت کے مسئلے میں دور حاضر کے کچھ داعی غلطی پر ہیں

شیخ عبدالرحمان عبدالخالق نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے۔''فصول من السیاسة الشرعیة فی الدعوة الی اللہ ''اس کا بیشتر حصہ مصلحت دعوت پر مشتمل ہے اور یہ وہی کدال ہے جس کے ذریعے سے بہت سے داعیوں نے اسلام کے پہاڑوں جیسے مضبوط اصولوں کو گرایا ہے۔اس کتاب میں ایک فصل کا عنوان ہے۔کیا کبھی مصلحت شرعی نص شرعی کے معارض ہوتی ہے؟اس فصل کا آغاز اس سوال کے جواب سے کیا ہے اور جواب میں ان باتوں کو ذکر کیا ہے جنہیں ضرورت کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے مثلاً مریض،مسافر،لنگڑے یا اندھے کے لیے رخصت اور ان کی بنیاد پر اس نے اس فصل کے عنوان پر اعتراض کرنے والوں کو کند ذہن اور کم علم قرار دیا ہے۔حالانکہ یہ یا تو غافل رہا یا جان بوجھ کر اس نے غفلت کا مظاہرہ کیا کہ جن ضروریات

کا اس نے تذکرہ کیا ہے اور یہ جو رخصتیں نابینا، لنگڑا، یا مریض و مسافر کے لیے مذکور ہیں یہ نصوص شرعیہ کے معارض نہیں بلکہ یہ تو خود نصوص شرعیہ دیگر ہیں جنہوں نے عام نصوص میں تخصیص پیدا کی ہے یا تو خالص حالات کے ساتھ خاص کر دیا ہے جبکہ دونوں احکام (عام و رخصت) اللہ کی طرف سے ہیں اسی طرح جتنے بھی نصوص شرعیہ اور مصالح شرعیہ ہیں ان میں تضاد و تعارض نہیں ہوتا نہ ہی باہمی اختلاف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا (النساء: ۸۲)

''اگر یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

لہٰذا نصوص شرعیہ اور اوامر شرعیہ میں کوئی تعارض نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ سب اللہ حکیم و علیم کی طرف سے ہیں اختلاف یا تعارض و تضاد اس وقت آتا ہے جب اللہ کے علاوہ کسی اور کی بات یا رائے ہو۔ اور ایسی استصلاحات ہوں جن کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی جس طرح کہ ان لوگوں کی ایجاد کردہ اکثر استحسانات و استصلاحات ہیں لہٰذا اس کے لیے زیادہ مناسب تھا کہ فصل کا عنوان اس طرح رکھتا ''هل تعارض المصلحة الشخصية او الشهوانية و المعيشية مع النص احياناً'' (کیا کبھی کبھی ذاتی خواہشات یا معیشت پر مبنی مصلحتیں نص شرعی سے معارض ہوتی ہیں) اس طرح کا سوال عنوان ہوتا اور پھر مذکورہ جواب دیا جاتا تو مناسب تھا اس لیے کہ دور حاضر کے اکثر داعی اس طرح مصلحتوں کا شکار ہیں۔ بہر حال بغیر دلائل شرعیہ کے استصلاحات واستحسانات کے باب میں جو لغزشیں آتی ہیں ان کی کوئی حد نہیں ہوتی اسی لیے شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں: نبی ﷺ نے مصلحت کے مدنظر بعض حدود اللہ کا نفاذ اور ان منافقین کا قتل ترک کر دیا تھا جنہوں نے علانیہ کفر کا اظہار کیا تھا اور مصلحت یہ تھی کہ مسلمانوں میں تفرقہ نہ

پڑ جائے لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کررہے ہیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن ابی اور قاریوں کا مذاق اڑانے والے جن کے بارے میں آیت بھی نازل ہوگئی تھی کہ:

لاَ تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُم (التوبة:٦٦)

''بہانے مت بناؤ تم کفر کر چکے ہو ایمان کے بعد۔''

اسی مصلحت کے لیے نبی ﷺ نے نص پر عمل ترک کردیا تھا نص نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((مَنْ بَدَّل دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ))

''جس نے اپنا دین بدل دیا (مرتد ہوگیا) اسے قتل کردو۔''

اسی طرح نبی ﷺ نے قرآن میں بیان کردہ حد قذف بھی عبداللہ بن ابی بن سلول پر نافذ نہیں کی اس مصلحت کو مدنظر رکھ کر کہیں مسلمانوں میں تفرقہ پیدا نہ ہو اور مدینہ کے حالات خراب نہ ہوجائیں۔

یہ عبدالرحمٰن عبدالخالق کی طرف سے تہمت و جسارت ہے کہ نبی ﷺ پر یہ بہتان لگا رہا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض حدود کو معطل کیا اور نصوص شرعیہ پر عمل ترک کردیا۔ گویا اس کا مطلب یہ نکالا جائے کہ جب جس کا جی چاہے حدود معطل کردے اور شرعی نصوص کو چھوڑ دے؟ اس لیے کہ (اس کے خیال میں) یہ دعوت کی مصلحت ہے؟ جسے یہ اپنے استحسانات واستصلاحات کے جواز کے لیے پیش کرتے ہیں اور ان کی بنیاد پر نصوص سے اعراض کرتے ہیں اس طرح یہ لوگ خود غلط راہ پر گامزن رہتے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ اور ایک طرح سے یہ لوگ منہج نبوی اور مومنین کے طریق سے ہٹ گئے ہیں اور اللہ کے حدود کو معطل کرنے والے مشرعین طواغیت کے حمایتی ہیں۔ الغرض یہ ایک پرانا شبہ و غلط فہمی ہے جو ان کے قدیم علماء نے ان کو دی

ہے جبکہ ایسے شبہات اور غلط فہمیوں کا ردّ امام ابن حزم وابن تیمیہ رحمہ اللہ نے محلاۃ ۱۱/۲۰۱ میں ۲۱۹۹ کے تحت ان لوگوں کی رائے کی تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ منافقین مرتد ہو گئے ہیں اور اسلام کے اظہار کے بعد علانیہ کافر ہو گئے ہیں مگر اس کے باوجود ان پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارتداد کی حد نافذ نہیں کی۔ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

''ان منافقین کی ایک قسم وہ تھی جن کے بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی علم نہیں ہو سکا تھا اور دوسرے وہ تھے جن کے نفاق کا علم ہوا تھا مگر انہوں نے توبہ کر لی تھی اسی لیے حدود جاری ہونے سے محفوظ رہ گئے۔''

اس کے بعد ابن حزم رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں مخالفین کے دلائل میں سے ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث کا جواب دیا ہے اور ان کے تمام استدلالات کو اتنے بہترین انداز سے ردّ کیا ہے کہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس ردّ میں دور حاضر کے مرجئہ کے ان شبہات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے جو انہیں اپنے سابقہ شیوخ سے ملے ہیں۔ ((اتواصوا به بل هم قوم طاغون)) یہ ایک دوسرے کو یہ بتاتے ہیں حالانکہ یہ گمراہ قوم ہیں۔ ابن حزم رحمہ اللہ اپنی اس کتاب کے صفحہ ۳۰۷ پر لکھتے ہیں:

''غزوۂ تبوک میں جن منافقین نے قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذاق اڑایا تھا وہ منافقین ایمان لانے کے بعد عملاً کافر ہو گئے تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر حد قائم نہ کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت کی بنا پر حد کو معطل کر دیا تھا (جیسا کہ لوگ یہ کہتے ہیں) بلکہ وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے فوراً توبہ کر لی تھی اور اپنے گناہ کا اعتراف کر کے شرمندگی کا اظہار کر چکے تھے جیسا کہ اس آیت کے شان نزول میں بھی تفصیل موجود ہے۔ کہ ان میں سے ایسے بھی ہیں جن کی توبہ اللہ نے قبول کر لی ہے۔ اس لیے کہ اللہ ان کے باطن کا

صدق جانتا تھا ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جنہیں معاف نہیں کیا گیا اس لیے کہ ان کے باطن کا کذب اللہ کو معلوم تھا البتہ ظاہری طور پر سب نے توبہ کر لی تھی جیسا کہ آیت میں ہے:

اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (التوبۃ:٦٦)

''اگر ہم ایک گروہ کو معاف کر دیں تو دوسرے کو عذاب کریں گے اس لیے کہ وہ مجرم ہیں ۔''

آیت سے ان لوگوں کا خون (جان) دنیا میں محفوظ ہو گیا۔

ص:۲۱۸ میں لکھتے ہیں: عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی کفر کرنے کے بعد توبہ کر چکے تھے اور اسلام کا اظہار کر چکے تھے اسی لیے رسول ﷺ نے ان کی معذرت قبول کر لی تھی کہ آپ ﷺ ان کے باطن سے واقف نہ تھے کہ باطن میں کفر ہے۔لیکن اللہ چونکہ باطن سے باخبر ہے لہٰذا آخرت میں اس پر عذاب وسزاء دے گا۔البتہ دنیا میں ان کے ساتھ ان کے ظاہری طرز عمل کے مطابق سلوک ومعاملہ کیا جائے گا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الصارم المسلول میں اس مسئلے پر بہت عمدہ بحث کی ہے انہوں نے بھی ابن حزم رحمہ اللہ کی رائے سے قریب تر رائے کا اظہار کیا ہے صفحہ ۳۴۶ پر آیت ﴿**يَحْلِفُوْنَ بِاللهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ** ......﴾ اور آیت ﴿**سَيَحْلِفُوْنَ بِاللهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا** ......﴾ اور آیت ﴿ **يَحْلِفُوْنَ بِاللهِ مَا قَالُوْا** ......﴾ اور آیت ﴿ **اتخذوا ايمانهم جنة** ......﴾ وغیرہ آیات کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ منافقین اپنے جھوٹے ایمان کے ذریعے سے مومنین کو راضی کرنا چاہتے تھے اور جس کفر میں مبتلا ہو گئے تھے اس سے انکار کرنا چاہتے تھے وہ اس بات پر قسمیں کھاتے تھے کہ انہوں

نے کفریہ کلمات نہیں کہے۔صفحہ ۳۵۵ پر لکھتے ہیں: ان کے کہے پر صحیح ثبوت نبی ﷺ تک نہیں پہنچ سکا تھا کبھی ایک مومن ان کی بات سن کر نبی ﷺ تک پہنچا دیتا کبھی کوئی عورت یا کوئی بچہ سن کر آپ ﷺ تک پہنچا دیتا (جب ان سے پوچھا جاتا) تو وہ قسم کھا کر کہتے کہ ہم نے ایسا نہیں کہا تھا اتنے افراد تھے نہیں کہ جن کی گواہی ملا کر ثبوت کے درجے تک پہنچ جاتی۔اس طرح واقعۂ افک میں بھی حد قذف نہیں لگائی گئی (کہ ثبوت نا کافی تھے) اگر یہ کہا جائے کہ افک میں تو قرآن نے شہادت دی تھی تو بات یہ ہے کہ قرآن نے نام نہیں لیے تھے جبکہ نبی ﷺ منافقین کے ساتھ ان کے اس باطن کے مطابق سلوک نہیں کرتے تھے جو آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے سے معلوم ہوتا تھا بلکہ ان کے ظاہری کردار وعمل کے مطابق سلوک کرتے تھے یا اگر کسی طرح ثبوت مہیا ہو جاتا۔شیخ رحمہ اللہ نے جو دیگر جوابات دیئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی جگہ دو حق جمع ہو جائیں ایک اللہ کا حق دوسرا بندوں کا حق تو دنیاوی معاملات میں بندوں کا حق مقدم ہوتا ہے (اس معاملے میں بھی) نبی ﷺ کو معاف کرنے کا اختیار تھا اور واقعہ افک میں بھی جیسا کہ قتل میں مقتول کے ورثاء کو معاف کرنے کا حق ہوتا ہے۔(ص:۳۹۶-۳۰۰)

صفحہ ۳۳۴ پر لکھتے ہیں: (بحیثیت انسان) انبیاء کو بھی دیگر آدمیوں کی طرح حق حاصل ہے اسی لیے اللہ نے انہیں اس طرح کے معاملات میں معافی کی اجازت دی ہے جہاں حقوق العباد مقدم ہوں حقوق اللہ پر۔جس طرح کہ مقتول کے ورثاء کو اور قاذف کو معاف کیا جا سکتا ہے اسی طرح انبیاء بھی امت۔دین یا اپنے کسی مصلحت کے لیے معافی دے سکتے ہیں۔

صفحہ ۲۳۵ پر لکھتے ہیں: (البتہ وہاں معافی نہیں) جہاں حق نہیں مثلاً زنا، چوری یا کسی پر ظلم کیا ہو اس میں معافی نہیں ہوگی بلکہ حد قائم ہوگی اب مسئلہ صرف عقل وخواہشات پر مبنی استصلاح کا نہیں جیسے یہ لوگ صرف خواہش کی بنا پر ثابت کر لیں گے بلکہ مسئلہ شرعی طور پر معتبر مصلحت کا ہے جس پر شرعی

دلیل ہو اس طرح کی مصلحت تو معتبر ومقبول ہے جو اس کے علاوہ ہو وہ قابل ردّ ہے۔ اس طرح کے دیگر واقعات کا بھی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جواب دیا ہے جو منافقین کے بارے میں تھے ان جوابات میں سے کچھ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اپنے ہیں کچھ دیگر علماء سے نقل کردہ ہیں ۔ان سب کے اقوال مدلل ہیں ان میں غور کریں تو ان علماء کے مدلل اقوال اور استصلاح واستحسان ماننے والوں کی باتوں میں واضح فرق نظر آئے گا۔ کتاب وسنت سے استدلال کرنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت کو جانتے مانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سنت کا دفاع کرتے ہیں جبکہ اس دوسرے طبقے کے استحسانات واستصلاحات نے انہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کمی کرنے پر آمادہ کیا ہے اس عمل سے یہ لوگ جانے یا انجانے میں شریعت کو معطل کرتے ہیں۔

ابن حزم رحمہ اللہ نے (۱۱/ ۲۱۸) میں لکھا ہے: جس شخص کا یہ خیال ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے واجب القتل آدمی کو قتل نہیں کیا تو ایسا کہنے والا کافر ہے اس کا خون اور مال حلال ہے اس لیے کہ اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک غلط اور باطل بات منسوب کردی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا مخالف قرار دیا ہے۔ حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے صحابہ کو قتل کرادیا تھا جو کسی وجہ سے واجب القتل تھے جیسے کہ ماعز، غامدیہ اور جہنیہ، اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو قتل کروادیا ہے جو مسلمان تھے جنتی تھے اور قتل بھی بدترین یعنی سنگسار تو ایسا اعتقاد رکھنے والا گمراہ، فاسق بلکہ صریح کافر ہے۔ جبکہ دوسری طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کے بارے میں یہ گمان کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واجب القتل مرتد پر حد قائم نہیں کی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ مرتد ہو چکا ہے کافر ہو گیا ہے۔ پھر اس پر بس نہیں کیا بلکہ اس کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے لیے دعائے استغفار کی حالانکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے استغفار کرنے سے منع کر چکا تھا۔ ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ جس نے بھی اس طرح کا اعتقاد رکھا وہ مشرک، مرتد واجب القتل ہے

ہم اس سے اوراس کی دوستی وتعلق سے اللہ کے سامنے براءت کا اعلان کرتے ہیں۔

دلیل سے عاری مصلحت کے بارے میں علماء وائمہ کے اقوال

① **خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (۱۰۱ھ)** یحییٰ غسانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب مجھے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے موصل کا گورنر بنایا اور جب میں موصل پہنچا تو وہ تمام دیگر شہروں کی بنسبت زیادہ چوروں اور رہزنوں کا شہر تھا میں نے عمر رحمہ اللہ کو خط لکھ کر شہر کے حالات سے آگاہ کیا اور رہنمائی چاہی کہ کیا میں کسی کو شک کی بنیاد پر یا الزام کی بنا پر گرفتار کر سکتا ہوں؟ کسی کا مواخذہ کر سکتا ہوں؟ یا کسی کو ثبوت کی بنیاد پر گرفتار کروں؟ عمر رحمہ اللہ نے جواب میں لکھا کہ: صرف ثبوت کی بنا پر اور جو سنت چلی آ رہی ہے اس کے مطابق مواخذہ کیا کرو اگر حق ان لوگوں کی اصلاح نہ کر سکا تو اللہ ان کی کبھی اصلاح نہ کرے۔ (غور کریں یہ عام مصلحت تھی اور شہر کے حالات کی وجہ سے اس کی ضرورت تھی مگر خلیفہ نے خلاف سنت کام کرنے سے منع کر دیا) یحییٰ کہتے ہیں: کہ میں نے ایسا ہی کیا اور جب میں موصل سے (اپنی ذمہ داری کا دورانیہ مکمل کر کے) نکلا تو موصل سب سے بہتر شہر بن چکا تھا اور چوریاں بھی سب سے کم ہو گئی تھیں۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص:۲۳۷)

② **ابوعبید سفیان بن سعید بن مسروق الثوری رحمہ اللہ (۱۶۱ھ)** سفیان ثوری رحمہ اللہ شیخ الاسلام ہیں امام الحفاظ اور سید العلماء ہیں اپنے زمانے کے امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھ سے ابن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا تم اپنی زندگی میں کبھی ثوری جیسا آدمی نہیں دیکھ سکو گے۔ امام مروزی رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں: کیا تم جانتے ہو امام کون ہے؟ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ہے۔ میرے دل میں اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ان کے بارے میں کہتے ہیں: جب بھی کسی نے سفیان کی رائے کی مخالفت کی ترجیح

سفیان رحمہ اللہ کی رائے کو حاصل ہوئی ہے۔قبیصہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں جب بھی سفیان رحمہ اللہ کے ساتھ بیٹھا ہوں مجھے موت یاد آئی ہے۔ان سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔یحیٰ بن الیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے سفیان رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا کہ دنیا اس کی طرف متوجہ ہوئی ہو اور اس نے دنیا سے منہ موڑا ہو،ثوری رحمہ اللہ زہد وتقویٰ ،خوف اور پرہیز گاری میں آثار فقہ وحدیث کے حفظ میں سب سے آگے تھے مگر وہ اپنے دور میں حکمرانوں کے خلاف بغاوت کے قائل نہیں تھے اس لیے کہ ان سے صریح کفر سرزد نہیں ہوا تھا یا ظاہر نہیں ہوا تھا۔البتہ ان کی مذمت کرنے میں ثوری رحمہ اللہ کسی قسم کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے ان کے درباروں میں نہیں جاتے تھے جب ان سے ملاقات ہوتی تو ان کے برے اعمال اور ان کے ظلم ونافرمانیوں کی مذمت کرتے تھے ان کے سامنے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے تھے ان سے مروی ہے کہتے تھے اگر میں یہ سمجھتا ہوتا کہ کوئی بات کہنا مجھ پر لازم ہو گیا ہے اور میں وہ بات نہ کروں تو مجھے بری بیماری لگ جائے۔ان کے ایک ساتھی کہتے ہیں: کہ میں نے مالداری اور حکمرانوں کو جتنا سفیان رحمہ اللہ کی مجلس میں حقیر دیکھا ہے اتنا کہیں نہیں دیکھا سفیان رحمہ اللہ کہتے تھے: ان حکمرانوں نے تمہارے لیے آخرت چھوڑی ہے تم ان کے لیے دنیا چھوڑ دو (دنیا انہیں دو اس لیے کہ وہ اپنی آخرت برباد کر کے اچھی آخرت تمہارے لیے چھوڑ چکے ہیں) جب سفیان رحمہ اللہ نے عہدہ قضاء لینے سے انکار کیا اور حکمرانوں کے پاس جانے سے کترانے لگے تو حکمران وقت نے انہیں عہدہ قضا کے لیے طلب کیا یہ مکہ چلے گئے اور وہاں چھپے رہے صرف علماء سے ملاقات کرتے تھے یا جس سے کوئی خطرہ نہ ہوتا تھا۔حکمرانوں نے ان کی گرفتاری پر انعام کا اعلان کر دیا جب انہیں خطرہ محسوس ہوا تو مکہ سے نکل کر بصرہ چلے گئے یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ کے پڑوس میں رہے دونوں گھروں کے درمیان دروازہ کھول دیا وہاں لوگ ان سے احادیث لینے آتے تھے مگر

جب وہاں ان کی شہرت ہوگئی تو یہ ھیثم بن منصور رحمہ اللہ کے ہاں منتقل ہوگئے اور انتقال تک وہیں رہے ان کے جنازے میں بہت زیادہ افراد نے شرکت کی عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن ابجر کوفی رحمہ اللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی وہیں پر دفن کیے گئے یہ ۱۶۱ ہجری کی بات ہے۔(سیراعلام النبلاء:۷/۲۲۹)،(تذکرۃ الحفاظ:۱/۲۰۳)،(حلیۃ الاولیاء:۶/۳۵۶)

زیر بحث مسئلے میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کی رائے؟

ذہبی کہتے ہیں میں نے العنبر ی سے سنا اس نے البوشنجی سے،اس نے ابوصالح الفراء سے اس نے یوسف بن اسباط سے سنا کہ مجھے سفیان ثوری نے کہا جب تم قاری کو دیکھو کہ حکمران کی پناہ میں آتا ہے (اس کے ساتھ تعلقات رکھتا ہے) تو سمجھ جاؤ یہ چور ہے۔اور اگر یہ مالداروں کے ساتھ تعلقات بناتا ہے تو یہ ریاکار ہے دھوکہ میں مت آنا حالانکہ تمہیں کہا جائے گا کہ (اس طرح کے تعلقات رکھنے سے ہم) ظلم کو روک سکتے ہیں کسی مظلوم کی مدد کر سکتے ہیں مگر (یاد رکھو) یہ ابلیس کا دھوکہ ہے جسے قراء نے سیڑھی بنالیا ہے۔(سیراعلام النبلاء:۱۳/۵۸۶)

سفیان رحمہ اللہ نے عباد بن عباد رحمہ اللہ کو لکھا ،حکمرانوں سے دور رہو ان سے ملاپ مت رکھو اس دھوکے میں مت آؤ کہ تم ان تعلقات کی بنا پر کسی مستحق کی سفارش کرسکو گے یا کسی مظلوم کی مدد کرلو گے یہ ابلیس کا دھوکہ ہے جسے بدکردار قراء نے سیڑھی اور ذریعہ بنا رکھا ہے۔(حلیۃ لابی نعیم:۶/۳۷۶-۳۷۷)

(۳) **محمود سبکتگین بادشاہ (۴۲۱ھ)** مشہور غزنوی بادشاہ ہیں جس نے اپنی رعایا کو منصفانہ وعادلانہ حکومت دی اور اسلام کی سربلندی کے لیے کمربستہ ہوا بہت سی فتوحات حاصل کیں اس کی مملکت کی حدود بہت وسیع ہوگئیں پورے ملک میں خلیفہ قادر باللہ کے نام سے جاتے

تھے۔مصر سے عبید یین کے غلام ان کے لیے کتابیں اور دیگر تحائف لاتے تھے تا کہ یہ ان کی طرف توجہ کریں تو یہ ان کی کتابیں اور تحفے جلا دیتے تھے۔انہوں نے ہندوستان میں اتنی فتوحات حاصل کیں جتنی کسی اور کو نصیب نہیں ہوئیں بہت سے بت اور بت خانے توڑ ڈالے سب سے بڑا مندر سومنات کو توڑ دیا جس میں پوجا کرنے کے لیے بہت دور دور سے پجاری آتے تھے ۔جس طرح کہ مسلمان کعبۃ اللہ کے پاس جاتے ہیں ۔وہاں لوگ بہت روپیہ پیسہ خرچ کرتے تھے اس مندر کے اوقاف کے تحت ۱۲ ہزار گاؤں اور شہر تھے جن کی آمدنی اس اوقاف کو ملتی تھی ایک ہزار خادم تھے۔تین سو آدمی سر منڈوائے ہوئے پجاری تھے اور تین سو آدمی مندر کے دروازے پر ناچنے گانے والے ہوتے تھے ۔دروازے پر ڈھول بجائے جاتے تھے ۔ ہزاروں مجاور ہر وقت موجود رہتے تھے جن کے کھانے پینے کا خرچ مندر کے اوقاف سے ہوتا تھا۔ ہندوؤں میں سے ہر ایک کی خواہش اور تمنا ہوتی تھی کہ اس بت تک رسائی حاصل کرے مگر اس تک پہنچنے کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں اور مشکلات ہوتی تھیں ۔جب محمود غزنوی رحمہ اللہ کو اس مندر کے بارے معلوم ہوا تو انہوں نے اللہ سے استخارہ کیا۔سومنات کے پجاریوں کی اور ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی اس تک پہنچنے کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں تھیں علاقہ بھی پر خطر تھا۔جب محمود رحمہ اللہ ہندوستان کا کوئی علاقہ فتح کرتا کسی مندر میں کسی بت کو توڑتا تو ہندو کہتے کہ اس بت سے سومنات ناراض تھا اس لیے محمود اس کو توڑ سکا ورنہ کسی بت کو توڑنے کی کسی میں جراءت نہیں ہے ۔جب یہ بات محمود غزنوی رحمہ اللہ کو پہنچی تو ان کا عزم مزید پختہ ہوا وہ اپنے ساتھ تین ہزار جنگجو لے کر غزنی سے دس شعبان ۴۱۸ھ کو روانہ ہوئے ان کا مقصد اس جنگ سے یہ تھا کہ جب سومنات توڑ دیا جائے گا تو ہندوؤں کو اپنے دعویٰ کے جھوٹے ہونے کا یقین آجائے گا اور وہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے ۔جب محمود رحمہ اللہ کا لشکر سومنات کے شہر پہنچا تو مندر پورے ایک شہر جتنے رقبے پر پھیلا ہوا تھا

ہندوؤں نے مسلمانوں کا اتنا بڑا لشکر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا مندر کے دروازے پر شدید جنگ چھڑ گئی ہندوؤں کے گروہ مندر میں جا کر بت سے لپٹ کر روتے اور پھر باہر آ کر جنگ کرتے مارے جاتے جب پچاس ہزار ہندو مارے گئے تو انہوں نے بت کو اکھیڑ کر اس کے نیچے آگ لگا دی۔ ہندوؤں نے محمود رحمہ اللہ کو بہت سی رقم کی پیشکش کی تھی مگر انہوں نے قبول نہیں کی اور کہا کہ میں اللہ سے استخارہ کروں گا۔ جب صبح ہوئی تو کہا کہ میں نے اس مسئلہ پر بہت غور کیا ہے اور یہ سوچا ہے کہ قیامت میں مجھے بت فروش کے بجائے بت شکن کے نام سے جانا زیادہ پسند ہے ۔اس بت کو جب توڑا گیا تو وہاں سے ہیرے جواہرات اور سونے کی کثیر مقدار برآمد ہوئی۔

(البداية والنهاية لابن كثير ٢٢/١٢ ،الكامل فى التاريخ لابن اثير٤١٦ هجرى)

ہمارا خیال ہے اگر موجودہ دور کے یہ لوگ اس وقت ہوتے تو یہ استحسان واستصلاح کو مدنظر اور اپنے افکار وعقول کی بناپر اصرار کرتے کہ مسلمانوں کی مصلحت اس میں ہے کہ بت توڑنے کے بجائے مال ودولت حاصل کی جائے اس لیے کہ یہ مختلف حیلے بہانے اور جواز تراش لیتے ۔اپنے استحسانات کی بناپر ہندوؤں کو شکست دینے کے بجائے رقم لینے کو ترجیح دیتے۔ ﴿**ومن يرد الله فتنته فلن تملك له من الله شيئا**﴾ جس کو اللہ گمراہ کرنا چاہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔

④ نورالدین محمود زنگی رحمہ اللہ بادشاہ شام (۵۶۹ھ) نورالدین زنگی رحمہ اللہ نے تمام امراء کو کہا تھا کسی کام کا فیصلہ عمر بن الملا کے علم میں لائے بغیر نہ کیا کریں عمر بن الملا جو فیصلہ کریں اسے تسلیم کیا کرو یہ عمر بن الملا نیک اور صالح آدمی تھا۔اس عمر بن الملا نے نورالدین زنگی کو لکھا کہ مفسدین کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور حکومت مجبور ہے کہ ان کو قتل کیا جائے۔ پھانسی پر لٹکایا جائے

کسی کو سزاء دی جائے۔اور جب کسی کو بیاباں میں پکڑ لیا جائے تو گواہی کہاں سے لائی جائے گی ؟نورالدین نے جواب میں لکھا۔اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور ان کے لیے ایک شریعت بنائی ہے وہ اللہ لوگوں کی مصلحت کو بہتر جانتا ہے اگر مزید مصلحت ہوتی تو اللہ وہی شریعت بنا دیتا لہٰذا اللہ کی شریعت پر ہمیں اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور جو ایسا اضافہ کرتا ہے گویا وہ شریعت کو ناقص و نامکمل سمجھتا ہے اور اس کو مکمل کرنا چاہتا ہے جبکہ اس طرح کرنا اللہ کے خلاف اس کی شریعت کے خلاف جسارت ہے ۔عقل کبھی رہنمائی نہیں کرسکتی ۔اللہ ہمیں اور آپ کو سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ جب یہ خط شیخ عمر ملا کو ملا اس نے لوگوں کو موصل میں جمع کیا ان کے سامنے خط پڑھ کر سنایا اور اپنا لکھا ہوا خط بھی سنایا پھر کہا دیکھو زاہد کا بادشاہ کو اور بادشاہ کا زاہد کو لکھا ہوا خط دیکھ لو۔(البدایہ والنہایہ:۲۸۲/۱۲)

⑤ **حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی** رحمہ اللہ (ان کے بارے میں امام ذہبی سیر اعلام النبلاء:۲۱/ ۳۶۸) میں لکھتے ہیں کاش کہ یہ تاویل میں نہ مبتلا ہوتے)ابن جوزی رحمہ اللہ اپنی کتاب تلبیس ابلیس صفحہ ۱۲۱ پر لکھتے ہیں :فقہاء کو ابلیس نے جس دھوکہ میں رکھا ہے وہ ہے ان فقہاء کا حکمرانوں اور بادشاہوں سے میل ملاپ ان کے ہاں آنا جانا ان کے بارے میں نرم رویہ ان کی مذمت نہ کرنا حالانکہ یہ ایسا کر سکتے ہیں ۔اور کبھی تو یہ فقہاء ان حکمرانوں کو ان باتوں کی بھی رخصت دیدیتے ہیں جن میں رخصت نہیں ہے یہ صرف دنیاوی دولت کے حصول کے لیے کرتے ہیں اس طرح تین قسم کا فساد و بگاڑ پیدا ہوتا ہے:

① حکمران سمجھتا ہے اگر میں غلطی پر ہوتا تو یہ فقیہ اعتراض کرتا میں صحیح راہ پر ہوں جبھی تو فقیہ میرا مال کھاتا ہے۔

④ عوام سمجھتے ہیں کہ یہ حکمران صحیح ہے اس کے تمام کام صحیح ہیں اس لیے کہ فلاں فقیہ ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔

⑤ فقیہ کا اپنا دین بھی خراب ہوتا ہے (صفحہ ۱۲۲ پر لکھتے ہیں: حکمرانوں کے پاس آنے جانے سے بہت بڑی خرابی کا خطرہ ہے اس لیے کہ پہلے پہل آدمی اچھی نیت لے کر ان کے ہاں جاتا ہے اور جب وہ عزت وتکریم کر لیتے ہیں یا ان سے کسی قسم کا لالچ ذہن میں آجاتا ہے تو پھر ان کی مذمت سے انسان رک جاتا ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے تھے: میں اس بات سے نہیں ڈرتا ہوں کہ یہ میری توہین کر لیں گے بلکہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ یہ میری عزت کریں گے تو میرا دل پھر ان کی طرف مائل ہو جائے گا علمائے سلف حکمرانوں کے ظلم کی وجہ سے ان سے دور رہتے تھے جبکہ حکمران ان علماء سے فتاویٰ لینے کے لیے انہیں عہدے دینے کے لیے اپنے پاس بلاتے تھے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کی طلب دنیا کی تھی تو انہوں نے بھی وہ علوم حاصل کر لیے یہ جو حکمرانوں کے فائدے کے تھے اور حکمرانوں کے سامنے وہ علوم دنیا کے حصول کے لیے پیش کر دیئے)ابلیس نے ان لوگوں کو دھوکہ میں رکھا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ حکمرانوں کے ہاں آتے جاتے ہیں اور یہ جواز پیدا کرتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کی سفارش کے لیے جاتے ہیں۔ ہمارے خیال میں خالص شیطانی دھوکہ ہے۔

⑥ **سید قطب شہید رحمہ اللہ** سید قطب شہید رحمہ اللہ اپنے رسالہ افراح الروح (یہ ایک عمدہ رسالہ ہے جو شیخ مرحوم نے اپنی بہن امینہ قطب کو ارسال کیا تھا۔ پہلی مرتبہ ایک رسالے ''الفکر التونسیہ ''میں ''اضواء من بعید'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا (آذار ۱۹۵۹ء پھر ایک کتابچے کی شکل میں متعدد مرتبہ شائع ہوا ہے) میں لکھتے ہیں: میرے لیے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ہم کسی اہم

مقصد کے حصول کے لیے گھٹیا طریقہ کیسے اختیار کر سکتے ہیں اس لیے کہ اہم اور عمدہ خیال و مقصد تو کسی عمدہ و بہترین آدمی کے دل میں ہی آسکتا ہے تو بہترین آدمی کے دل میں گھٹیا ذریعے کا خیال کیسے آسکتا ہے؟ اس طرح کے ذریعے کو اپنانے کا خیال تک نہیں آسکتا۔ اگر ہم کیچڑ بھرے راستے کو اختیار کریں تو کیچڑ سے کپڑے اور بدن تو خراب ہوگا راستے کی گندگی ہمارے پاؤں پر ضرور لگے گی اس طرح جب غلط اور گھٹیا طریقہ و ذریعہ اپنائیں گے تو ہماری روح اس کی غلاظت سے ضرور آلودہ ہوگی اس کے اثرات ہماری روح کی گہرائی میں باقی رہیں گے اور اس مقصد کو بھی آلودہ کریں گے جس کے حصول کے لیے یہ گندہ طریقہ اپنایا ہے۔ سورہ حج میں اللہ کا فرمان ہے:

وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِہٖ فَیَنۡسَخُ اللّٰہُ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ (الحج:۵۲)

''ہم نے آپ (ﷺ) سے قبل جب بھی کوئی رسول یا نبی بھیجا ہے جب اس نے تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں دخل دیا تو اللہ نے شیطان کی مداخلت کو ختم کر دیا۔''

اس آیت کے ضمن میں سید قطب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انبیاء اور رسل کے بعد جو دعوت دینے والے ہیں انہیں کبھی حمیت و غیرت اور کبھی رغبت دعوت کی طرف دھکیلتی ہے انہیں بعض اشخاص کو مائل کرنے پر آمادہ کرتی ہے کہ ان کے بعض افعال سے پہلے پہل چشم پوشی کی جائے دعوت کے تقاضے کے مدنظر یہ لوگ اس کام کو بنیادی کام نہیں سمجھتے یہ ان اشخاص سے قرب رکھتے ہیں تا کہ دعوت سے متنفر نہ ہوں اور ان کی مخالفت نہ کریں۔ کبھی کبھی انہیں ایسے انداز اور وسائل اپنانے پر آمادہ کرتی ہے جو دعوت سے مطابقت نہیں رکھتے ان کا مقصد دعوت کو وسیع کرنا اسے مضبوط کرنا ہوتا ہے اور دعوت کی مصلحت کی کوشش کرنا ہوتا ہے حالانکہ حقیقی دعوت کی مصلحت یہ ہے کہ اسے صحیح منہج پر چلایا جائے کسی بھی طرح اس منہج سے معمولی سا بھی انحراف نہ ہو۔ جہاں تک دعوت کے

نتائج کی بات ہے تو یہ غیب کی بات ہے جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا لہٰذا حاملین دعوت کو ان نتائج کے حساب کتاب سے سروکار نہیں ہونا چاہیے ان کا کام یہ ہے کہ وہ دعوت کے واضح صریح منہج پر چلتے رہیں اور اس استقامت کے نتائج اللہ پر چھوڑ دیں انشاء اللہ اس کا نتیجہ بہتر ہی نکلے گا۔ قرآن ان کو خبردار کر رہا ہے کہ شیطان ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کے انتظار میں ہے تاکہ ان کے ارادۂ دعوت کی طرف راہ پاسکے جب اللہ نے شیطان کی مداخلت سے اپنے انبیاء کو محفوظ رکھا ہے کہ شیطان ان کے فطری ارادوں میں مداخلت کی کوشش کرتا تھا تو غیر انبیاء کو تو بہت ہی احتیاط کرنی چاہیے کہ کہیں شیطان ان کی تمناؤں اور ارادوں میں مداخلت نہ کرے اور اس مداخلت کے لیے راستہ یہی اختیار کرے کہ دعوت کی مدد ہو جائے گی یا دعوت کی مصلحت یہ ہے۔ مصلحتِ دعوت کا لفظ داعیان اسلام کی لغت سے نکال دینا چاہیے اس لیے کہ یہ ایک فریب ہے ان کے پاس شیطان کے آنے کا راستہ ہے اس کے لیے مصلحتِ افراد کے راستے سے آنا مشکل ہے۔ مصلحتِ دعوت نے ایک بت کی صورت اختیار کرلی ہے جس کی پوجا اہل دعوت کرنے لگے ہیں اور دعوت کا منہج بھول چکے ہیں اہل دعوت کو چاہیے کہ صحیح منہج پر قائم رہیں نتائج وعواقب پر نظر رکھے بغیر اسی منہج پر چلتے رہیں اگر اس منہج سے ہٹ گئے تو دعوت کے لیے خطرات پیدا ہو جائیں گے۔ سب سے بڑا خطرہ تو خود یہی ہے کے دعوت کے منہج کو چھوڑ دیا جائے چاہے کسی بھی وجہ سے ہو۔ اللہ ان سے زیادہ مصلحت کو جانتا ہے اس کا مکلّف اللہ نے ان کو نہیں بنایا کہ (یہ مصلحتیں تلاش کرتے پھریں) یہ ایک ہی بات کے مکلّف ہیں کہ منہج کو اپنائے رکھیں۔ (۲۴۳۵/۴)

اختتامیہ

مصلحت دعوت سے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتویٰ: اس فتویٰ میں شیخ

الاسلام رحمہ اللہ سے ایک نیک اور متبع سنت صوفی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے چوروں ،ڈاکوؤں ،شرابیوں اور قاتلوں کو صحیح راستے پر لانے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ انہیں دف اور گانے سننے پر اکھٹا کیا گانا بھی وہ جو جائز تھا اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔اس عمل سے یہ ہوا کہ وہ سب قاتل، چور، شرابی، ڈاکو، رہزن پکے نمازی بن گئے ۔حرام سے اجتناب کرنے لگے کہ شبہات والی اشیاء سے بھی پرہیز کرنے لگے ہر قسم کے محرمات سے گریز کرنے لگے۔شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ اس شیخ یا صوفی و بزرگ کا یہ عمل جائز ہے جبکہ اس میں مصلحتیں ہیں ۔؟

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس سوال کا جو جواب دیا اس کا خلاصہ یہ ہے:

> ''اس (دف وگانے) کے سماع سے اگر اس صوفی و بزرگ نے یہ قصد کیا ہے کہ اللہ کا قرب حاصل ہو جائے تو یہ سماع بدعت ہے۔اس لیے کہ خیر القرون کے اسلاف اس قسم کے سماع سے لاعلم تھے وہ صرف کتاب اللہ کی تلاوت اور سماع کرتے تھے اسی پر مجتمع ہوتے تھے۔اللہ نے ہمارے لیے دین مکمل کر دیا ہے اس میں کمی نہیں چھوڑی ہے کہ کوئی اور آکر اس کو پورا کرے۔''

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے سائل کا یہ خیال غلط قرار دیدیا کہ اس طریقے کے بغیر ان لوگوں کو ہدایت نہیں مل سکتی یا دین کی نصرت نہیں ہو سکتی تھی ۔اس لیے کہ اللہ نے ہمیں ایسے ذرائع اور طرق دیئے ہیں جو شرعاً جائز اور کافی شافی ہیں انہی طرق و ذرائع سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دعوت دی اور گمراہ ترین لوگ راہ ہدایت پر آگئے لہٰذا ان شرعی طریقوں اور ذرائع کو چھوڑ کر دیگر بدعتی طریقوں کو وہی اپنا سکتا ہے جو جاہل ہو یا عاجز یا غلط مقصد دل میں رکھتا ہو۔اگر چہ ان طریقوں میں مصلحت بھی ہو تب بھی شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے دعوت کے معاملے میں کلام اللہ اور کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع

کی تاکید کی ہے۔ کہ اس طریقے سے گناہ گاروں اور نافرمانوں کو دین کی طرف لایا جائے۔ اللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے مگر ہمیں بیکار و آزاد نہیں چھوڑا کہ جہاں اور جس طرح چاہیں اندھیروں میں بھٹکتے رہیں بلکہ اللہ نے ہر بھلائی کی طرف ہماری رہنمائی کردی ہے اور مقصود کے حصول کے لیے اپنی رضا حاصل کرنے کے لیے ہمیں ذرائع اور وسائل بھی بتلا دیئے ہیں یہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے فتویٰ کا خلاصہ ہے اگرچہ عبارت کے لحاظ سے مختصر مگر قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت زیادہ ہے خاص کر اس موجودہ دور میں کہ اس بزرگ اور صوفی کی اتباع کرنے بہت زیاہ ہو گئے ہیں جو دعوت کے لیے ایسے ذرائع اختیار کر رہے ہیں جن پر اللہ کی طرف سے کوئی دلیل نہیں ہے اور مقصد وہ یہ بتاتے ہیں کہ مخلوق کی رہنمائی ہو دین کی مدد ہو دعوت میں اضافہ ہو۔ بلکہ موجودہ دور کے داعی تو واضح انحراف اختیار کر چکے ہیں اور اس بزرگ صوفی سے بھی آگے نکل گئے ہیں کہ اس نے تو لوگوں کو جائز گانے پر اکھٹا کیا اور اس کے ذریعے کو اللہ کے قرب کا سبب سمجھا کہ یہ لوگوں کو دین کی طرف بلانے کا ذریعہ ہے اس کے باوجود وہ قابل مذمت ٹھہرا۔ جبکہ موجودہ دور کے بہت سے داعی تو کفر و شرک کو ذریعہ بنا چکے ہیں اور اپنے متبعین کو اس پر اکھٹا کر رہے ہیں کہ اس سے دین کی نصرت ہو گی جس طرح کہ کوئی شخص وضعی قوانین کے احترام کی قسم کھاتا ہے اور اس قانون کے غلاموں کی موحدین کے خلاف مدد کرتا ہے یا اللہ کے دین کے علاوہ دوسرے نظام زندگی پر راضی رہتا ہے اور اسے اللہ کے دین کی نصرت کا ذریعہ سمجھتا ہے جیسا کہ جمہوریت ہے کہ قوموں کا قوموں کے لیے بنایا ہوا قانون ہے اللہ کا بنایا ہوا نہیں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَ هُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ

''جس نے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اپنایا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا

اور وہ بالآخر خسارے میں رہے گا۔'' (آل عمران:۸۵)

لہٰذا یہ صریح ظلم ہوگا کہ موجودہ دور کے گمراہوں کو اس بزرگ صوفی پر قیاس کیا جائے اگرچہ اس کا طریقہ بھی غلط تھا مگر ایک مباح اور حرام ذریعے کو ایک دوسرے کے مشابہ قرار دیا جائے کہ ایک شخص اللہ کے دین کی مدد کے لیے شرک اختیار کرتا ہے اللہ کے دین کے علاوہ دوسرا دین اپناتا ہے بہت سے رب بنا کر ان کی اتباع کرتا ہے (اس کو اس بزرگ کے برابر قرار نہیں دیا جا سکتا جس نے ایک مکروہ چیز کو دین کی نصرت کا ذریعہ بنایا تھا) ان جاہل لوگوں اور ان کے متبعین کے لیے ہم نے یہ فتویٰ شائع کیا ہے جو دلائل قاطعہ پر مشتمل ہے تاکہ یہ ان کے دلائل کی وجہ سے حق کی راہ پر آ جائیں اور وہ صحیح طریقہ اختیار کر لیں جو دین کی مدد کے لیے انبیاء اور رسولوں نے اپنایا تھا یہ فتویٰ شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے فتویٰ (۱۱/۶۲۰) پر موجود ہے۔ میں نے اس فتویٰ کو اختصار سے پیش کیا ہے ورنہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے سماع سے متعلق بہت تفصیل بیان کی ہے۔ جس کا یہاں موقع نہیں ہے۔

سوال: شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ سے ایک گروہ کے بارے میں سوال ہوا:

جو قتل، چوری، زنا، شراب خوری میں ملوث ہے پھر ایک بزرگ نے ان مذکورہ برائیوں سے ان لوگوں کو روکنے کے لیے کوششیں کیں مگر کامیاب نہ ہو سکا اس کے علاوہ چارہ نہ رہا کہ وہ ایک محفل سماع منعقد کرتا رہے جس میں یہ لوگ گانا سننے کی نیت سے جمع ہوں اور پھر انہیں بغیر گھنگرو کے جس میں جھنکار نہیں ہوتی ایسا دف اور جائز اشعار پر مبنی گانا سنایا جاتا جس میں بانسری بھی نہیں ہوتی تھی جب اس طرح کی محافل میں وہ بدکردار لوگ آتے رہے تو چند دنوں بعد ان کی اصلاح ہوگئی وہ راہ راست پر آ گئے نمازی بن گئے۔ حرام تو کیا اب مشتبہ چیزوں سے بھی اجتناب کرنے لگے کیا اس بزرگ کی طرح اس نیت سے یہ کام کرنا جائز ہے جب کہ اس میں مصلحت ہے اور اس

کے بغیر ان لوگوں کو صحیح راہ پر نہیں لایا جاسکتا؟۔

جواب: **الحمدللہ رب العالمین**: اس جیسے سوالات کا جواب یہ ہے کہ پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ نے محمد ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا ہے تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کریں۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلاَمَ دِيْنًا (المائدہ:۳)

’’آج میں نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔‘‘

اللہ نے اطاعت کرنے والوں کو خوش بختی کی اور نافرمانی کرنے والوں کو بدبختی کی خبر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء:٦٩)

’’جو اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرتا ہے یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے نبیوں، شہیدوں، صالحین اور صدیقین کے ساتھ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت بہترین ہے۔‘‘

دوسری جگہ فرماتا ہے:

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (الجن:۲۳)

’’جس نے اللہ ورسول (ﷺ) کی نافرمانی کی اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں

وہ ہمیشہ رہے گا۔''

اللہ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے درمیان جس بات پر اختلاف ہو جائے اسے وہ دین کی طرف لوٹا دیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (النساء:۵۹)

''ایمان والو اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور صاحبان معاملہ کی اگر تم کسی بات پر تنازع کر بیٹھو تو اسے اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے۔''

اللہ نے یہ بھی بتلا دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی راہ کی طرف دعوت دیتے ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ (یوسف:۱۰۸)

''کہدو کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کی بنیاد پر اور میرے متبعین بھی (ایسا ہی کرتے ہیں)۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ اَلَآ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ (الشوریٰ:۵۲-۵۳)

یہ بھی اللہ نے خبر دی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اچھے کاموں کا حکم کرتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں پاکیزہ چیزیں حلال کرتے ہیں ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں۔

وَ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ فَسَاَکۡتُبُهَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوةَ وَ
الَّذِیۡنَ هُمۡ بِاٰیٰتِنَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ
یَجِدُوۡنَهٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰةِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ یَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ
یَنۡهٰهُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ
عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَ الۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَ عَزَّرُوۡهُ وَ
نَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ

(اعراف:١٥٦-١٥٧)

''میری رحمت ہر چیز تک وسیع ہے میں اس کو لکھوں گا ان لوگوں کے لیے جو متقی ہیں زکاۃ دیتے ہیں ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں جو امی رسول کی اتباع کرتے ہیں جسے اپنے پاس توراۃ وانجیل میں لکھا پاتے ہیں وہ نبی انہیں اچھائیوں کا حکم کرتا ہے برائیوں سے منع کرتا ہے ان سے وہ بوجھ اتارتا ہے اور پابندیاں جو ان پر تھیں ۔جو لوگ اس نبی (ﷺ) پر ایمان لائے ۔اس کی عزت کی اس کی مدد کی اور اس کے ساتھ نازل ہونے والے نور پر ایمان لائے یہ لوگ کامیاب ہیں۔''

اللہ نے اپنے رسول کو ہر اچھائی کا حکم دیا ہے اور ہر قسم کی برائی سے روکا ہے ہر پاکیزہ چیز اس نے حلال اور ناپاک حرام کی ہے نبی ﷺ سے صحیح روایت کے ساتھ مروی ہے:

اللہ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی امت کو ہر وہ اچھائی بتادے جو اس کے علم میں ہے اور ہر اس برائی سے منع کرے جسے وہ جانتا ہے۔(مسلم)

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہتے ہیں :ہمیں رسول اللہ ﷺ نے وعظ کیا جس سے دل نرم ہو گئے آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے ہم نے کہا اللہ کے رسول ﷺ یہ تو ایسا وعظ تھا جیسے کوئی

رخصت ہونے والا کرتا ہے آپ ہمیں کیا تاکید کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ سنو اور اطاعت کرو میرے بعد تم میں سے جو لوگ زندہ رہیں گے وہ بہت اختلاف دیکھیں گے لہٰذا تم میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو اپنائے رکھو اسے مضبوطی سے تھامے رہو بدعات سے گریز کرو ہر بدعت گمراہی ہے۔(مسند احمد۔ترمذی۔ابن ماجہ۔دارمی) نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا: جو چیز تمہیں جہنم سے دور کرسکتی ہے وہ میں نے تمہیں بتادی ہے۔(مصنف عبدالرزاق)

فرمایا: میں تمہیں واضح راستے پر چھوڑے جارہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے میرے بعد جو بھی اس راستے سے ہٹ گیا وہ ہلاک ہوگیا۔(مسند احمد۔ابن ماجہ)

ان کے علاوہ بھی اس عظیم اور بنیادی مسئلے کے دلائل کثیر تعدا میں ہیں اہل علم نے اپنی کتابوں مین اس کے لیے ابواب مقرر کیے ہیں۔الاعتصام بالکتاب والسنۃ جیسا کہ بخاری اور بغوی رحمہ اللہ وغیرہ نے کیا ہے۔جس نے کتاب وسنت کو مضبوطی سے اپنایا وہ متقین میں سے ہے اللہ کے اولیاء میں سے ہے۔اللہ کے کامیاب ہونے والے گروہ میں سے ہے۔غالب لشکر میں سے ہے۔سلف صالحین جیسے امام مالک وغیرہ کہتے تھے کہ سنت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی سی ہے جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات حاصل کر لی جو سوار ہونے سے رہ گیا وہ غرق ہوا۔

امام زہری رحمہ اللہ کہتے تھے: ہمارے اسلاف علماء کہتے تھے جس نے سنت کو تھام لیا اس نے نجات حاصل کرلی۔جب یہ ثابت ہوگیا تو اس سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ جس چیز کے ذریعے اللہ تعالیٰ گمراہوں، بدکرداروں کو ہدایت ورہنمائی فراہم کرتا ہے وہ ہی نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اس کے لیے کافی نہ ہوئی تو اس کا مقصد ہوگا کہ نبی ﷺ کا لایا ہوا دین ناقص وناکمل ہے تکمیل کا محتاج ہے؟ (سائل کے جواب کا خلاصہ یہاں تک تھا)

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اعمال صالحہ وہ ہیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جن سے منع کیا ہے وہ اعمال فاسدہ ہیں۔ جب کوئی عمل کسی مصلحت یا فساد پر مشتمل ہوتا ہے۔ لہٰذا شریعت بنانے والا تو اللہ تعالیٰ ہے وہ حکمت والا ہے جس چیز کی مصلحت اس کے فساد پر غالب آتی ہے اللہ نے اس کو شریعت بنایا ہے اگر فساد مصلحت پر غالب ہے تو اسے شریعت نہیں بنایا۔ بلکہ اس سے منع کیا ہے۔(یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مصالح ومفاسد کے لیے معیار شارع حکیم ہے انسانی خواہشات یا استحسان نہیں)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَ عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ عَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(البقرہ:٢١٦)

''تم پر قتال فرض کیا گیا اگرچہ وہ تمہیں ناپسند ہے مگر ہوسکتا ہے کہ جس چیز کو تم ناپسند کرو وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور جسے تم ناپسند کرو وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرہ:٢١٩)

''یہ لوگ آپ سے جوئے اور شراب سے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فوائد بھی ہیں مگر ان کا گناہ فائدے سے زیادہ ہے۔''

اسی لیے اللہ نے ان دونوں کو حرام قرار دیا (کہ نقصان دہ ہے اگرچہ کچھ فائدہ بھی ہے مگر فائدے پر نقصان، مصلحت پر فساد غالب ہے) اسی طرح کچھ اعمال کو لوگ اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اللہ ورسول ﷺ نے اسے مشروع قرار نہیں دیا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہے ورنہ اگر اس کا فائدہ ضرر کی بنسبت زیادہ ہوتا تو شارع اسے بے کار نہ چھوڑتا ۔نبی ﷺ بھی حکمت والے تھے دین کی مصلحتوں کو نہیں چھوڑ سکتے تھے اور نہ ہی مسلمانوں کو ان اعمال سے محروم رکھ سکتے تھے جو قرب الٰہی کا ذریعہ تھے'' جب یہ واضح ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں ''مذکورہ بزرگ جس نے گناہ گاروں کو تائب کرنے کے لیے بدعی طریقہ اختیار کیا (کہ اس کے بغیر کوئی راستہ نہیں تھا) وہ بزرگ شریعت کی راہ سے ناواقف ولاعلم تھا جس کے ذریعے سے نافرمان لوگ توبہ کی طرف آتے ہیں یا یہ بزرگ اس طریقے کو اپنانے سے عاجز تھا ورنہ تو رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم تو ان مذکورہ لوگوں سے زیادہ بڑے نافرمانوں کو ،فاسقوں اور کافروں کو اسی شرعی طریقے کے مطابق تائب کرا چکے ہیں اللہ نے ان کو اس طرح کے بدعتی طریقوں سے محفوظ رکھا تھا ۔لہٰذا یہ کہنا جائز نہیں کہ شرعی طریقہ میں نافرمانوں کو توبہ کروانے کی صلاحیت نہیں ہے ۔اس لیے کہ نقل متواتر سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ شرعی طریقے سے بے شمار ولاتعداد لوگ نافرمانیوں، کفر اور فسق سے تائب ہو کر راہ راست پر آ چکے ہیں اور اس کے لیے بدعتی قسم کے طریقے اور اجتماعات کی بھی ضرورت نہیں تھی بلکہ سابقون الاولون مہاجرین وانصار اور ان کے تابعین جو کہ سب سے بڑے متقی اور اولیاء ہیں اس امت کے وہ بھی گناہوں اور نافرمانیوں سے اس شرعی طریقے کے ذریعے سے تائب ہوئے تھے اس بدعتی طریقے سے نہیں ہوئے ۔اسی طرح دنیا کے کونے کونے میں جو مسلمان آباد ہیں یہ سب اسی شرعی طریقے سے مسلمان ہوئے ہیں متقی مومن بنے ہیں ان کو مسلمان کرنے کے لیے بدعتی طریقہ اختیار کرنے کی

ضرورت پیش نہیں آئی ہے۔لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ ان نافرمانوں کو اس طریقے کے علاوہ کسی طرح راہ راست پر لانا ممکن نہیں تھا۔البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان بزرگوں میں ایسے بھی ہیں جو شرعی طریقوں سے بے خبر ولاعلم ہیں یا ان کے پاس کتاب وسنت کا علم نہیں ہے نہ ہی ان کے پاس وہ معلومات ہیں جو لوگوں کو فراہم کی جا سکیں انہیں سیدھے راستے کی طرف مائل کیا جا سکے اس لیے اس بزرگ نے سیدھے راستے کو چھوڑ کر بدعتی راستہ اختیار کرلیا اس بزرگ کا مقصد یا تو واقعی دین تھا اوران لوگوں سے ہمدردی تھا یا یہ سب کچھ اس نے مال کھانے کے لیے کیا ہوگا اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبة: ٣٤)

’’ایمان والو بہت سے درویش اور مذہبی رہنما لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔‘‘

شرعی طریقے کو چھوڑ کر بدعتی طریقے کی طرف یا جہالت کی وجہ سے آدمی جاتا ہے یا عجز کی بنا پر کسی غلط مقصد کے حصول کے لیے۔ورنہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ نبیوں اور مومنوں کی سماع تو قرآن ہے اللہ کی آیات ہیں۔نبیوں کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا (مريم: ٥٨)

’’یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے نبیوں میں سے آدم کی اولاد میں سے اور جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کرایا اور ابراہیم ویعقوب کی اولاد جنہیں ہم نے

ہدایت دی اور انہیں چن لیا جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔''

اہل معرفت کے بارے میں اللہ فرماتا ہے:

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (المائدہ:۸۳)

''اور جب وہ سنتے ہیں وہ کلام جو رسول پر اللہ نے نازل کیا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں کہ انہوں نے حق پہچان لیا ہے۔''

اہل علم کے بارے میں اللہ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلاً ۝ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَ یَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا (اسراء:۱۰۷-۱۰۸)

''ان سے قبل جن کو علم دیا گیا ہے جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ منہ کے بل گر جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے اس کا وعدہ ہو کر رہنے والا ہے۔ منہ کے بل گرتے ہیں روتے ہیں اور ان کا خشوع زیادہ ہوتا ہے۔''

مومنوں کے بارے میں فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ

رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ (الانفال:٢-٤)

''مومن وہ ہیں جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں اور یہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں یہ لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یہ لوگ حقیقی مومن ہیں۔''

فرماتا ہے:

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ

(الزمر:٢٣)

''اللہ نے بہترین بات نازل کی ہے کتاب ہے ملتی جلتی بار بار پڑھی جانے والی اس سے ایمان والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہوتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے۔''

اس سماع سے اللہ نے بندوں کو ہدایت دی ہے ان کی دنیا و آخرت سنواری ہے اس سماع کو اللہ نے رسول ﷺ کے ذریعے بھیجا ہے اس سماع کا حکم مہاجرین و انصار اور ان تابعین کو دیا گیا تھا سی پر سلف کا اجماع تھا جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع ہوتے تو ایک آدمی کو کہتے کہ قرآن پڑھو وہ پڑھتا اور باقی سنتے، عمر رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہتے کہ ہمارے رب کی (آیات کے ذریعے) یاد دلاؤ، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم سنتے رہتے۔ نبی ﷺ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ تلاوت کر رہے تھے آپ ﷺ سننے لگے پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ آل داؤد کی خوبصورت آوازوں میں سے ایک ہے۔(بخاری فضائل قرآن۔مسلم۔احمد)

فرمایا میں کل تمہارے پاس سے گزرا تم قرآن پڑھ رہے تھے میں غور سے سننے لگا انہوں نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اور بہتر پڑھنے کی کوشش کرتا۔(حاکم)

نبی ﷺ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کے رسول ﷺ کیا میں سناؤں حالانکہ آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں چاہتا ہوں اپنے علاوہ کسی اور سے سنوں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سورہ نساء پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ میں اس آیت پر پہنچا ﴿**فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بک علی هولاء شهیدًا**﴾ آپ ﷺ نے فرمایا بس کرو۔ جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔(بخاری)

اسی سماع پر اس زمانے کے لوگ مجتمع تھے جن کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ بہترین زمانہ میرا ہے پھر اس کے بعد پھر اس کے بعد۔(بخاری۔مسلم)

سلف صالحین میں صرف یہی ایک سماع تھا جس پر یہ لوگ اکھٹے ہوتے تھے حجاز، یمن، شام، مصر، عراق، خراسان، مغرب وغیرہ۔ یہ بدعتی سماع بعد میں پیدا ہوا ہے جبکہ پہلے والے سماع کی اللہ نے تعریف کی ہے اس کی طرف توجہ کرنے والوں کی تعریف اور اعراض کرنے والوں کی مذمت کی ہے اسے رحمت کا سبب کہا ہے۔ فرماتا ہے:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (اعراف:۲۰٤)

''جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّ

عُمۡیَانًا (الفرقان:۷۳)

''جب انہیں ان کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر اندھے بہرے بن کر نہیں گرتے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ (حدید:۱۶)

''کیا مومنوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور نازل شدہ حق کی وجہ سے ان کے دل جھک جائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ لَوۡ عَلِمَ اللّٰهُ فِیۡهِمۡ خَیۡرًا لَّاَسۡمَعَهُمۡ وَ لَوۡ اَسۡمَعَهُمۡ لَتَوَلَّوۡا وَّ هُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ (الانفال:۲۳)

''اگر اللہ کو ان میں خیر نظر آتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر انہیں سنا دیتا تو یہ منہ موڑ لیتے اور اعراض کرتے۔''

نیز فرماتا ہے:

فَمَا لَهُمۡ عَنِ التَّذۡكِرَةِ مُعۡرِضِیۡنَ ۝ كَاَنَّهُمۡ حُمُرٌ مُّسۡتَنۡفِرَةٌ ۝ فَرَّتۡ مِنۡ قَسۡوَرَةٍ (المدثر:۴۹-۵۰)

''انہیں کیا ہوا ہے نصیحت (قرآن) سے منہ موڑتے ہیں جیسا کہ گدھے شیر سے بھاگتے ہیں۔''

یہ بھی فرمان ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ (الکھف:۵۷)

''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی گئی مگر اس نے اعراض کرلیا اور اپنے اعمال کو بھول گیا۔''

فرمان الٰہی ہے:

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى ۝ وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (طٰہٰ:۱۲۳-۱۲۶)

''جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی جس نے میری ہدایت کی اتباع کی وہ گمراہ ہوگا نہ بدبخت اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا اس کی زندگی تنگ ہوگی قیامت میں اندھا اٹھایا جائے گا کہے گا میرے رب تو نے مجھے کیوں اندھا اٹھایا میں تو صحیح تھا اللہ فرمائے گا تیرے پاس میری آیات آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا تھا آج تو بھی بھلا دیا جائے گا۔''

قرآن میں اس طرح کی آیات اور بھی بہت ہیں جن میں لوگوں کو رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے کتاب وسنت کی سماع کا حکم ہے اس طرح اللہ نے مسلمانوں کے لیے مغرب، عشاء اور فجر میں سماع مشروع قرار دیا ہے۔

وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (اسراء:۷۸)

''اور صبح کا پڑھنا ہے بے شک صبح کا پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔''

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہا تھا کہ ہم میں اللہ کا رسول ہے جو اس کی کتاب فجر میں پڑھتا ہے رات کو پڑھتا ہے۔ ہمارے دل اندھے تھے کہ وہ ہمارے پاس ہدایت لے آیا۔ اس سماع کے سننے والوں حالات قرآن میں مذکور ہیں کہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں ۔آنسو بہتے ہیں رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ان بہترین ادوار کے بعد بدعتی اسماع ایجاد ہوئے ہیں ائمہ کرام رحمہم اللہ نے ان کی مذمت کی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے بغداد کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہاں زنادقہ نے ایک چیز ایجاد کی ہے جسے تغبیر کہتے ہیں (یعنی زور زور سے بلند آواز سے یک آواز ہو کر اللہ ہو کہنا) ان کا دعویٰ ہے کہ اس سے دل نرم ہو جاتے ہیں اس کے ذریعے سے یہ لوگ قرآن کی سماعت سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہا یہ بدعت ہے۔ سوال ہوا کیا ہم ان کے ساتھ بیٹھیں؟ فرمایا نہیں۔ استماع منع ہے سمع نہیں ان دونوں الفاظ میں فرق یہ ہے کہ پہلا باقاعدہ سننے کی نیت سے بیٹھنا ہے اور سماع کا معنی ہے کہ راہ چلتے کانوں میں آواز آ جائے غیر ارادی طور پر تو کانوں میں انگلیاں دینا ضروری نہیں ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کان میں انگلیاں دینے کا حکم نہیں دیا تھا اس لیے کہ وہ ارادۃً نہیں سن رہے تھے۔ (ابو داؤد)

سائل نے سوال کیا ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام؟ یہ لفظ واضح نہیں ہے اس لیے حکم مبہم ہوتا ہے اسی لیے اکثر مفتی اس کا بہتر جواب نہیں دے پاتے اس کی وجہ یہ ہے کہ سماع کے بارے میں کلام کی دو قسمیں ہیں:

① **حرام ہے یا نہیں؟** کہ سماع بھی اس طرح کیا جائے جس طرح دیگر کام وقت گزاری کے لیے

کیے جاتے ہیں جیسے شادی بیاہ میں گانا سننا کہ عبادت اور تقرب الی اللہ کی نیت سے نہ ہو۔

② عبادت کے طور پر کیا جائے۔ دلوں کی اصلاح کی نیت سے ہو بندوں کے دلوں میں رب کی عبادت پیدا کرنی ہو۔ تزکیہ نفس وتطہیر قلوب کی طرف رجوع ومحبت اور دلوں کو نرم کرنا وغیرہ مقصود ہو اس کے علاوہ مقاصد جو عبادت کے زمرے میں آتے ہیں لہو ولعب میں شمار نہیں ہوتے۔ ان دونوں قسموں یعنی کھیل کود، لہو ولعب کے طور پر سننے اور عبادت کی نیت سے سننے میں فرق کرنا لازم ہے۔ شادی بیاہ میں سننا اور تقرب الی اللہ ک نیت سے سننا ان دونوں میں فرق ہے۔ کیا تقرب وعبادت کا یہ طریقہ اللہ نے بتایا ہے کیا اس طریقہ سے تزکیہ نفس مشروع ہے؟ جیسا کہ نصاریٰ اپنے گرجوں میں عبادت واطاعت کے طور پر کرتے ہیں ان کا مقصد لہو ولعب نہیں ہوتا۔ جب یہ حقیقت واضح ہوگئی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس بزرگ کے لیے ایسا کام جائز ہے جو یا تو حرام ہے؟ یا مکروہ ہے؟ یا مباح ہے؟ اللہ کا قرب کا ذریعہ ہے؟ نافرمانوں کے توبہ کا ذریعہ ہے ؟ گمراہوں کی ہدایت کا سبب ہے؟۔

یاد رکھنا چاہیے کہ دین کی دو بنیادیں ہیں۔ دین وہ ہے جسے اللہ نے مشروع قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام کہا ہے جب مشرکین نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا جنہیں اللہ نے حرام نہیں کیا تھا تو اللہ نے ان کی مذمت کی اس لیے کہ انہوں نے ایسا دین اپنایا جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی تھی۔ کسی عالم سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو دو پہاڑوں کے درمیان دوڑ رہا ہو کہ یہ کام جائز ہے؟ اس نے کہا جائز ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ کام صفا مروہ کی طرح عبادت کے طور پر کرتا ہے تو کہا یہ حرام ہے اس سے توبہ کروائی جائے اگر نہیں کرتا تو قتل کر دیا جائے۔

جب مباح چیز کو عبادت کے طور پر کرنے شیخ نے واجب القتل کہا ہے تو پھر جو لوگ کفر اور حرام کو اس طرح قرار دے رہا ہو تو اس کے بارے میں کیا کہیں گے؟ جیسا کہ شرکیہ قوانین پر قسمیں کھانا کہ یہ دین کی مدد کا ذریعہ ہیں۔

اگر سوال کیا جائے کہ ایک آدمی تہبند باندھتا ہے سر کھلا رکھتا ہے قمیص کی جگہ چادر باندھتا ہے؟ کہا جائز ہے۔سوال ہوا یہ کام وہ احرام کی نیت سے کرتا ہے۔کہا حرام ہے۔سوال کیا جائے۔کچھ لوگ دھوپ میں کھڑے ہوتے ہیں؟ کہا جائز ہے کہا گیا یہ کام عبادت کے طور پر کرتا ہے؟ کہا ناجائز ہے۔جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دھوپ میں کھڑے دیکھا پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ ابو اسرائیل ہے کہتا ہے دھوپ میں کھڑا رہوں گا بیٹھوں گا بھی نہیں سایہ میں بھی نہیں آؤں گا بات بھی نہیں کروں گا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کہو بات کرے بیٹھ جائے۔چھاؤں میں آجائے اور روزہ اپنا پورا کرلے۔(بخاری)

اگر یہی کام دھوپ سینکنے کے لیے کیا جاتا تو کبھی اسے منع نہ کیا جاتا لیکن عبادت کی نیت سے کرنے کی وجہ سے منع کیا گیا۔اسی طرح اگر کوئی شخص گھر کے پچھواڑے سے آئے تو منع نہیں مگر عبادت کی نیت سے کیا جائے تو منع ہے۔اس لیے کہ اہل جاہلیت عبادت کے طور پر ایسا کرتے تھے اس لیے انہیں منع کیا گیا۔

لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَ اْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا(البقرہ:۱۸۹)

''یہ نیکی نہیں کہ تم گھروں کے پچھواڑے سے آؤ نیکی ہے تقویٰ اختیار کرنا دروازوں سے گھروں میں آیا کرو۔''

اللہ نے بتایا کہ یہ نیکی نہیں ہے اگرچہ حرام نہیں ہے اگر اسے نیکی اور تقرب الی اللہ کی نیت سے کیا جائے تو یہ نافرمانی، بدعت قابل مذمت ہوگی ابلیس کو معصیت کی بنسبت بدعت زیادہ پسند ہے اس لیے کہ بدعت کرنے والا اسے ثواب سمجھ کر کرتا ہے اس لیے توبہ نہیں کرتا۔ لہٰذا جو شخص کھیل تماشے میں گانا سنتا ہے اسے ثواب یا عمل صالح نہیں سمجھتا (یہ غلط ہے مگر اس کی بنسبت کم ہے جو) اس کو عبادت، اطاعت اور تقرب الی اللہ کی نیت سے سنتا ہے اور اگر اسے منع کیا جائے تو وہ اسے عبادت سے منع کرنے کے مترادف قرار دیتا ہے اسے چھوڑنا دین کو ترک کرنا شمار کرتا ہے تو ایسا شخص یا لوگ باتفاق مسلمین گمراہ ہیں جس نے بھی ایسا سمجھ کر کیا اسے کوئی بھی جائز نہیں کہتا بلکہ تمام ائمہ اسے گمراہ قرار دیتے ہیں۔

جیسا کہ آج کل بہت سے داعیان اسلام کا حال ہے جو غلط راستے اور طریقے اختیار کرتے ہیں وہ راستے جو انبیاء نے انہیں اپنائے اور ان راستوں اور طریقوں کا دفاع اس طرح کرتے ہیں جیسا دین کا دفاع کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے مخالفین کو بدعتی قرار دیتے ہیں انہیں دین سے خارج قرار دیتے ہیں انہوں خوارج کہتے ہیں۔ اس کے برعکس جس نے اسے خالص دنیاوی کام سمجھ رکھا ہو) ایسا شخص گمراہ ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے جو ظاہری عمل کو دیکھتا ہے اس پر بات کرتا ہے عامل اور اس کی نیت کو نہیں دیکھتا تو وہ جاہل ہے دین میں بلا علم بات کرنے والا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ لوگ جو عبادت و اطاعت کی نیت سے یہ کام کرتے ہیں یہ اللہ و رسول ﷺ کو پسند ہیں یا نہیں؟ کیا انہیں ان کاموں پر ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور اگر یہ کام عبادت واطاعت نہیں ہیں اور یہ لوگ عبادت کی نیت سے کر رہے ہیں تو ان کے لیے یہ اعتقاد جائز ہے؟ اس طریقے سے یہ عمل جائز ہے؟۔

اگر سوال اس طرح کیا جائے تو کوئی بھی متبع رسول ﷺ عالم یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ عبادت وتقرب الی اللہ اور اطاعت کے کام ہیں اور یہ اللہ کا وہ راستہ ہے جس کے ذریعے سے اللہ کی طرف دعوت دی جاتی ہے نہ ہی یہ وہ کام ہیں جن کا حکم اللہ نے اپنے بندوں کو دیا ہے۔ نہ ایجاباً نہ استحباباً اور جو کام نہ واجب ہو نہ مستحب ہو وہ نہ نیکی ہے نہ قابل تعریف ہے نہ اطاعت ہے نہ عبادت اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ جو شخص بھی ایسا کام کرتا ہے جو نہ واجب ہے نہ مستحب مگر اسے واجب یا مستحب سمجھ کر کرتا ہے تو یہ شخص بدعتی ہے۔ اور اس نیت سے یہ کام کرنا حرام ہے۔

اس کے بارے میں کیا کہا جائے جو ایک حرام کام کفریہ کام اس نیت سے کرتا ہے کہ یہ دین کی ذمہ داریوں میں سے ہے اور دعوت کی مصلحت ہے؟۔

خاص کر ایسے بہت سے لوگ جو اس سماعِ بدعت کو سماع قرآن پر مقدم کرتے ہیں وجد وذوق کے لحاظ سے اور بعض اعتقاد کے طور پر یہ لوگ قرآن بے پروائی سے سنتے ہیں۔ سماع قرآن کے وقت مختلف حرکتیں کرتے رہتے ہیں زبان کو بھی خاموش نہیں رکھتے مگر جب قوالی سنتے ہیں تو بڑے غور سے عاجزی وانکساری اور انہماک سے سنتے ہیں کسی قسم کا شور وغل یا حرکتیں نہیں کرتے۔ جبکہ قرآن کا سننا ان کے لیے بوجھ بن جاتا ہے جیسا کہ (نعوذ باللہ) بے فائدہ چیز سن رہے ہوں اس کے برعکس شیطانی گانے زیادہ دلچسپی سے سنتے ہیں انہیں روح کی غذا قرار دیتے ہیں۔

(شیخ رحمہ اللہ کا کلام کتنا صادق آرہا ہے کہ اس دور میں اسلامی دعوت کی طرف منسوب بہت سے مرجئہ وجہمیہ اہل توحید سے نفرت کرتے ہیں جو کہ طواغیت سے براءت کرنے والے ہیں۔ ان کے طریقے کو ناپسند کرتے ہیں انہیں بے وقوف کہتے ہیں حالانکہ خود یہ لوگ وضعی قوانین اور جمہوریت کی تعریف کرتے ہیں اس کا دفاع کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اگرچہ کام ہمارا غلط ہے مگر

شرک وکفر نہیں ہے بلکہ کفر دون کفر ہے یا اسلام سے خارج کرنے والا نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں نہیں ان کے دل اندھے ہو چکے ہیں)

یہ لوگ شیطان کا لشکر ہیں اللہ کے دشمن ہیں حالانکہ خود کو اولیاء اور متقین سمجھتے ہیں ان کی حالت اللہ کے دشمنوں منافقوں کی طرح ہے اس لیے کہ مومن تو وہی پسند کرتا ہے جو اللہ کو پسند ہو۔ اللہ کے دوستوں سے دوستی اور اللہ کے دشمنوں سے دشمنی کرتا ہے جبکہ یہ لوگ اللہ کی پسندیدہ سے نفرت اور اللہ کی ناپسندیدہ سے محبت کرتے ہیں اللہ کے اولیاء سے دشمنی کرتے ہیں ۔اسی لیے یہ شیطانی کاموں میں ہی مشغول ہوتے ہیں اس کے گانے گاتے ہیں جتنا اللہ ورسول ﷺ سے اور مومنوں کے راستے سے دور ہوتے ہیں اتنا ہی اللہ کے دشمنوں کے قریب ہوتے ہیں شیطان کے قریب ہوتے جاتے ہیں ۔ان میں سے کچھ لوگوں کو شیطان ہوا میں اڑاتا ہے کچھ ایسے ہیں جو حاضرین کو پچھاڑتے ہیں یہ کام بھی اسی کے شیاطین کرتے ہیں ان میں سے ایسے بھی ہیں جن کے پاس کھانا آتا ہے کیتلی ہوا سے بھر جاتی ہے یہ سب کام شیاطین کرتے ہیں مگر جہلاء انہیں کرامت کہتے ہیں اوران کی وجہ سے ان لوگوں کو اولیاء اور متقی کہتے ہیں حالانکہ یہ کاہنوں اور جادوگروں کے کام ہیں ۔جو شخص شیطانی ورحمانی ونفسانی امور میں فرق کرسکتا ہے اس کے لیے حق وباطل میں تمیز مشکل نہیں ہے۔

وباللہ التوفیق۔ واللہ اعلم.

وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم

مترجم: عبدالعظیم حسن زئی

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

http://www.muwahideen.tz4.com

email : info@muwahideen.tk

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تکفیر اللہ کا حکم ہے

عبدالمنعم مصطفیٰ حلیمہ ابو بصیر الطرطوسی حفظہ اللہ

الحمد للّٰہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و بعد

عمان میں حلبی، حلالی اور نصر جیسے فریب کاروں اور ارجاء کے علمبرداروں نے یہ آواز بلند کی کہ تمام (اسلامی) مما لک کو سب سے بڑی پریشانی یا مشکل کا جو سامنا ہے وہ ہے تکفیر اور تکفیریّن کو قابو کرنا۔ حالانکہ یہ فریب کار حلالی، حلبی ونصر یہودیت میں داخل ہونے کے لیے تیار بیٹھے ہیں بچھڑے کے پجاریوں (یہودیوں) کے ساتھ ان کی دوستی ہے ان کی تعریف کرتے ہیں ان کی طرف دعوت دیتے ہیں لگتا ہے عنقریب یہ بھی ان میں شامل ہو جائیں گے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی حکمران (مسلم مما لک یا عمان کا) اس مشکل سے نکلنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ سب تکفیر اور تکفیریوں سے مقابلے کے لیے متحد ہو جائیں ان کے نظریات وعقائد اور ان کی سرگرمیوں کی سرکوبی کریں تب یہ سکون واطمنان سے حکومت کرسکیں گے۔ان کے خیال میں امت کی مشکلات کا حل یہی ہے۔اور اب عملاً عمان کے عیش پرست (حکمرانوں) کو ان کی دعوت نے متاثر کیا ہے جو خواہشات کے پیرو اور طاغوت کے حکم کو ماننے والے ہیں اب وہ اس بات پر اپنی حکومتوں کو آمادہ کررہے ہیں کہ تکفیر کی ثقافت سے جنگ کریں۔ان کے نظریات وعقائد کے خلاف کاروائیاں کریں بلکہ اس کام کو اپنی ترجیحات میں سرفہرست رکھیں بعض لوگ اب یہ کوشش کررہے ہیں کہ یہ عیش پرست (حکمران اور ان کے حاشیہ نشیں مذہبی طبقہ) توحید وجہاد سے سرشار جوانوں اور جو بھی تکفیر کا حامل ہے ان پر کفر کے فتوے لگائیں اور انہیں ملت سے خارج

قرار دیں۔ہم ان طاغوت پرستوں اور ان کے دوستوں وہمدردوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ثقافۃ تکفیر،عقیدہ تکفیر تو قرآنی ونبوی عقیدہ ہے اس پر قرآن وسنت کے سینکڑوں نصوص موجود ہیں میں نے جب کلمہ ''کفر''اور اس کے مشتقات پر غور کیا تو اسے میں نے قرآنی آیات میں تین سو سے زیادہ مقامات پر مستعمل پایا۔ان آیات اور ان کے مدلولات کا آپ کیا جواب دیں گے؟ جب تم لوگ تکفیر کی ثقافت اور عقیدہ کا مقابلہ کرنا اس سے لڑنا چاہتے ہو تو کیا تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنا چاہتے ہو؟ کتاب وسنت کا مقابلہ کرنا چاہتے ہو؟ حالانکہ تم سب کچھ جانتے بوجھتے ہو؟ اس بات کا تمہارے پاس کیا جواب ہے اگر ایک آدمی زنا کرتا ہے تو اسے زانی کہتے ہیں چوری کرنے والے کو چور کہتے ہو سود کھانے والے کو سود خور کہتے ہو مگر جب کوئی شخص صریح اور بلا تاویل کفر کرتا ہے تو اسے کافر نہیں کہتے؟ اگر تم چاہتے ہو کہ اور اس چاہت میں سچے ہو کہ تم کافر نہ بنو اور نہ تمہیں کوئی کافر کہے نہ تمہارے بارے میں اس قسم کی بحث کرے تو تم کفر سے علیحدہ ہو جاؤ۔اس کا ارتکاب مت کرو۔اس سے براءت کا اعلان کرو۔اور مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جاؤ۔اور اگر تم تمام قسم کی برائیوں میں ملوث کفر صریح کے مرتکب ہو اور اللہ ورسول کے دشمنوں کی مدد کرتے رہو۔امت مسلمہ کے خلاف ان کے دست وبازو بنے رہو۔مومنوں میں فحاشی پھیلاتے رہو ان کو دین سے برگشتہ کرتے رہو۔اور پھر بھی یہ امید رکھو خواہش رکھو کہ تمہیں کوئی کافر نہ کہے؟ تمہاری مذمت وتردید نہ کرے؟ اس طرح ہونا تو شرعاً وعقلاً ناممکن ہے۔ایسے کرتوتوں کے ارتکاب کے بعد تو قابل ملامت ومذمت تم ہو نہ وہ کہ جو تمہیں کافر کہتے ہیں اور تم پر وہی حکم لاگو کرتے ہیں جو اللہ نے کیا ہے۔اور جس کے تم مستحق ہو۔ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ صرف ایک اللہ کے اختیار میں ہے۔اگر اللہ نے کسی عمل یا صفت کی وجہ سے کسی کو کافر کہا ہے تو ہم بھی اس پر کفر کا حکم لگائیں گے۔جیسے اللہ نے فاسق اور ظالم کہا ہے

ہم بھی اس پر وہی حکم لگائیں گے اس سے تجاوز نہیں کریں گے۔ مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق چلتا رہے وہ اسے جہاں اور جس طرف لے جائے۔ اس کے علاوہ مسلمان کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ اب اگر ایک شخص صریح کفر کا مرتکب ہوتا ہے ایسا کفر کہ جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اب اگر کوئی شخص اس کو کافر قرار دے رہا ہے۔ کافر کو مؤمن مسلم بنا رہا ہے ۔ ایسا کرنا بھی بذاتہ کفر ہے جیسا کہ اہل علم نے ثابت کیا ہے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے متفقہ نواقضِ اسلام کا جہاں ذکر کیا ہے ان نواقض میں سے یہ بھی ہے کہ ''جس نے مشرکین کو کافر نہیں سمجھا یا ان کے کفر میں شک کیا یا ان کے مذہب کو صحیح کہا تو یہ شخص بالا جماع کافر ہے'' ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ تکفیر کا عقیدہ اور عقیدہ ''الولاء والبراء'' یہ دونوں عقیدے باہم لازم وملزوم ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کے وجود کا ذریعہ ہے دونوں میں سے کسی ایک کے خاتمہ سے دوسرا بھی ختم ہو جائے گا۔ ''الولاء والبراء'' کے عقیدے پر عمل کرنے کا لازمی نتیجہ ہے کہ اس آدمی کو کافر کہا جائے جو اس کا مستحق ہو (یعنی جس کا کفر ثابت ہو بلا تاویل) ورنہ ہم کافروں اور ان کے کفر سے براءت کا اعلان کیسے کریں گے جبکہ ہمیں ان کے کفر کا علم ہی نہیں ہو تو ہم ان کے کفر پر کفر کا حکم کیسے لگائیں گے؟ ہم کس طرح مؤمنوں مسلموں کو دوستی کے لئے خاص کریں گے ہم ان میں اور مشرکین کافرین میں تمیز نہیں کریں گے؟ جو آدمی کافر کو کافر مشرک کو مشرک نہیں کہتا تو وہ شرعی ''الولاء والبراء'' پر حقیقی طور پر عمل نہیں کر رہا۔ اس لیے کہ تکفیر براءت کی ہی ایک صورت ہے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرَاهِيمَ وَ الَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللهِ وَحْدَهُ [الممتحنة:٤]

''تمہارے لئے ابراہیم اوران کے ساتھی بہترین نمونہ ہیں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ ہم تم سے اوراللہ کے علاوہ تمہارے معبودوں سے براءت کا اعلان کرتے ہیں ہم تمہارے (عمل) کا انکار کرتے ہیں۔ہمارے اور تمہارے درمیان عداوت ونفرت ظاہر ہوگئی ہمیشہ کے لئے جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لے آؤ۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ [الکافرون:۱-۲]

''کہدوا ے کافرو! میں تمہارے معبودوں کی عبادت نہیں کرتا۔''

اگر کوئی شخص عقیدۂ تکفیر کی مخالفت کرتا ہے تو وہ ''الولاء والبراء'' کی بھی مخالفت کرتا ہے اس طرح وہ عقیدہ جہاد کی بھی تردید کررہا ہے۔اور جب امت میں ''براء والولاء'' اور جہاد نہ رہے تو پھر اسے زیرنگیں کرنا شکست دینا آسان ہوجاتا ہے۔ہم کہتے ہیں تم لوگ حقیقی تکفیر سے منع کرتے ہو خود بھی رک جاتے ہو مگر باطل وغلط تکفیر میں مبتلا ہوگئے ہو۔طاغوت کے کفر وظلم کے پیروکاروں کی تکفیر سے انکار کرتے ہو اور جہاد کرنے والے موحد نوجوانوں کو صرف اپنے طاغوتی حکمرانوں اور سرپرستوں کی دلجوئی کے لئے کافر قرار دیتے ہو۔اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں ان میں سے ایک ثبوت حلبی کا خطبہ ہے جو اس نے مسجد ہاشمیہ میں دیا اور دیگر شہروں میں بھی اس کی تشہیر کی تھی اس کا عنوان انہوں نے رکھا ہے:''**الخطبة السلفية فی سحق التكفيرية** ''اس خطبہ میں وہ کہتا ہے:''یہ بے وقوف دین سے خارج جاہل لوگ ہیں شکوک وشبہات پیدا کرنے والے ہیں ان کے دل کی سیاہی ان کی زبانوں پر آگئی ہے یہ لوگ پوری امت یا اکثر امت کو گمراہ قرار دیتے ہیں اور امت کے حکمرانوں کو کافر کہتے ہیں''۔اگر یہی باتیں ان کے بارے میں کی جائیں کہ یہ خود ایسے ہیں تو ان کے پاس جواب نہیں ہوگا''۔اس کو ان لوگوں کی تکفیر پر غصہ آتا ہے جو طاغوت کے حمایتی ہیں اوران

اہل توحید کو کافر قرار دینے میں تأمل نہیں کرتا جو ظالم طاغوتوں کی کفر کی بات کرتے ہیں۔اہل توحید اور توحید کی طرف دعوت دینے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور طاغوتوں اور یہود کے پیروکاروں کی تکفیر میں تردد کرتے ہیں۔ہم نے اگر یہ بات کی ہے کہ یہ عیش پرست دنیا کے پجاری طاغوتوں سے امیدیں رکھنے والے موحدین کے لیے خوارج سے بھی زیادہ سخت ہیں تو یہ ہم نے کوئی غلط بات نہیں کی تھی۔اس کا ایک ہم نوا الہلالی اپنے اسی طرح کے ایک خطبہ میں کہتا ہے۔''ہم خود بھی چوکنے ہیں اور دوسروں کو بھی متنبہ کر چکے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ تکفیری فکر بہت بڑا خطرہ ہے۔ یہ لوگ پورے معاشرے کو عوام اور حکمرانوں دونوں کو کافر کہتے ہیں اقوام وافراد کو کافر کہتے ہیں اور اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لیے وہ آیات پیش کرتے ہیں جو مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان آیات کو مسلمانوں پر منطبق کرتے ہیں۔ان کی سوچ کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہ لوگ آیت:

وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ

جو اللہ کے نازل کردہ (دین) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔[المائدہ:٤٤]

اس آیت کے مدنظر یہ لوگ مسلم حکمرانوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ چونکہ یہ حکمران امریکی وبرطانوی قانون کے تحت حکومت کررہے ہیں اپنے ممالک میں انہی قوانین کو نافذ کر چکے ہیں اس لیے یہ سب حکمران کافر ہیں۔یہ لوگ اس آیت کا معنی ومفہوم سمجھ نہیں پائے نہ ہی اس میں تدبر کیا ہے حالانکہ یہ آیت یہود ونصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہے مائدہ کی تینوں آیات انہی کے بارے میں ہیں۔یہ خوارج اور ان کے متبعین وپیروکار بدترین مخلوق ہیں اسی لیے ہم ان پر ہمیشہ تنقید کرتے رہتے ہیں ان سے مناظرے مباحثے کرتے ہیں انہیں سمجھاتے ہیں کہ صرف حکم بغیر ما انزل اللہ ایسا کفر نہیں ہے جو ملت سے خارج کرنے والا ہو ملت سے انسان تب خارج

ہوتا ہے جب حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کرے۔ اور یہ عمل استحلال ایسا ہے جو قلبی امر ہے اللہ کے علاوہ اسے کوئی نہیں جانتا''۔ اگر ہلالی کی اس بات کو تسلیم کرلیا جائے اور قلبی امر قرار دے کر نظر انداز کیا جائے تو پھر روئے زمین پر ایسا کوئی حکمران نہیں ہوگا جسے کافر کہا جاسکے اگر چہ وہ کتنا ہی اللہ کے احکام سے اعراض کرنے والا ہو اور بغیر ما انزل اللہ پر فیصلے کو جائز بھی سمجھتا ہو اس کی مخالفت کرتا ہو۔ ان سب باتوں کے باوجود کچھ لوگ ان بدلوگوں کا دفاع کرتے ہیں کہ یہ (ہلالی، حلبی وغیرہ) مرجۂ نہیں ہیں بلکہ یہ سنت اور سلفیت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اس نے کہا ہے کہ (توحید و جہاد کی طرف بلانے والے نوجوان) قوموں اور معاشروں کو کافر قرار دیتے ہیں تو یہ بات سراسر جھوٹ ہے یہ جھوٹ اس نے صرف اس لیے بولا ہے کہ یہ اپنے دوستوں کے دفاع کا جواز پیش کرنا چاہتا ہے وہ دوست جو طاغوت حکمران۔ کافر ظالم ہیں اگر یہ اپنے مخالفین کے بارے میں صرف اتنا کہتا کہ یہ کافر ظالم اور طاغوتی حکمرانوں کو کافر کہتے ہیں تو پھر اس کی بات سامعین کو متاثر نہیں کر سکتی تھی بلکہ وہی سامعین اس کی مخالفت پر اتر آتے کہ (جو نوجوان ظالم کافر طاغوتی حکمرانوں کو کافر کہتے ہیں تو وہ صحیح کر رہے ہیں) ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ جو بات ان لوگوں کے غصے کا سبب ہے اور جو تکفیر کا ثبوت ہے وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ:

''ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہم سے بیعت لی اس بیعت میں یہ عہد ہم سے لیا کہ ہم حکمرانوں سے اختیارات یا حکومت نہیں چھینیں گے الا یہ کہ تم انہیں ایسا صریح کفر کرتا دیکھ لو تمہارے پاس اللہ کی طرف سے اس پر کوئی دلیل ہو۔''

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اور دیگر نصوص شرعیہ کو مدنظر رکھ کر اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ حاکم جب واضح کفر کا اظہار و ارتکاب کرے اور ارتداد میں پڑ جائے تو امت پر اسے ہٹانا اس کے

خلاف بغاوت کرنا اس کی اطاعت کو چھوڑ دینا واجب ہے۔ان لوگوں کی اوران کے سرپرستوں کی حقیقی مشکل تو اس نبی ﷺ کی بات ہے جس نے اپنی امت پر طاغوتی حکمرانوں کے خلاف خروج واجب کردیا ہے(جب وہ کفر بواح کا ارتکاب کریں)ان کی مشکل تکفیری نہیں ہیں۔یہ تو وہ قوم ہے جنہوں نے رسول ﷺ سے دشمنی مول لی ہے انہیں کامیابی کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نہ تو خود تکفیر میں غلو کرتے ہیں نہ اس کو پسند کرتے ہیں تکفیر میں غلو ایک اور چیز ہے اور تکفیر الگ چیز ہے۔تکفیر اللہ کا حکم ہے اللہ کی شریعت کا حصہ ہے۔جبکہ تکفیر میں غلو کرنا قابل مذمت عمل ہے۔یہ تفریط اور ارجاء وجہمیت کا حصہ ہے۔اللہ کے فضل سے ہم غلو اور غلو کرنے والوں کے خلاف ہیں جس طرح کہ ہم جہمیت ارجائین اور تفریط کے خلاف ہیں یہ دونوں چیزیں (غلو اور غلو کرنے والے)امت کے لیے نقصان دہ ہیں ہم اس سے متنبہ کرتے رہیں گے۔ان کے طور طریقوں سے لوگوں کو اجتناب کرنے کی دعوت دیں گے۔ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اس صحیح اور معتدل منہج کی طرف رہنمائی کی ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط نہ غلو ہے نہ ارجاء نہ جفاء۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان